وجود خالق

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دلائل

(روایاتِ مفضّل)

تالیف: شیخ فضل اللہ ہائری

مترجم
سید نصرت اللہ شاہ

PP Pakistan

Marfat.com

وجودِ خالق

حضرت امام جعفر علیہ السلام صادق کے دلائل

روایات مفضل

سید نصرت اللہ شاہ

پیس پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ پیس پبلی کیشنز/مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

2015ء، ذوالفقار حسین شاہ نے پیس پبلی کیشنز لاہور سے شائع کی۔

نام کتاب : وجود خالق (حضرت امام جعفر علیہ السلام صادق کے دلائل)
(روایات مفضل)

مترجم : سید نصرت اللہ شاہ

سال اشاعت: 2015ء

پرنٹرز : حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

ناشر : پیس پبلی کیشنز

بائنڈر : قیوم بائنڈر

Peace Publications

42-Manzoor Manzal Urdu-Bazar Lahore

Cell: 0322-4298311 -- 0307-4505020

E-mail peace_publications@yahoo.come

Marfat.com

پیش لفظ

سالہا سال سے مجلسوں میں شرکت' علماء سے تبادلۂ خیال اور عام لوگوں سے گفتگو کرنے کے۔ میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہمارے شیعہ حضرات کی اکثریت ابھی تک اماموں کے معجزوں اور کرامتوں سے آگے نہیں بڑھی ہے۔

علم کی نشرواشاعت میں انکی خدمات سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ لہٰذا میں نے تہیہ کیا کہ اماموں کے افکار اور ارشادات کا سلیس زبان میں ترجمہ کروں جو سستی کتابوں کی شکل میں عام لوگوں کو دستیاب ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اُن سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اس کام میں پہلی اور بڑی رکاوٹ عربی زبان سے میری ناواقفیت تھی۔ لیکن جوئندہ یابندہ کی کہاوت کے مطابق مجھے انٹرنیٹ سے مختلف موضوعات پر امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشادات مل گئے جن سے اسلام کی اصل روح اجاگر ہوتی ہے اور صحیح اسلامی زندگی کے نقوش روشن ہوتے ہیں۔ اس سلسلے کا پہلا ہدیہ زیرِ نظر کتاب ''وجودِ خالق؟'' ہے جس کو پڑھ کر انسان امام کے تبحر علمی سے حیران رہ جاتا ہے۔ اس کتاب میں امام نے الحاد کے خلاف مختلف علوم مثلاً فلسفہ' منطق' طبیعات' ہیئت' طب' تشریح الاجسام وغیرہ سے اپنے دلائل تفصیل سے پیش کیے ہیں۔

دوسرے اماموں کے ادوارِ محن کے برعکس امام جعفر صادق کو اپنی سیرت' اپنے طرزِ عمل اور اپنے پیغامات کے ذریعہ علوم اسلامیہ کی روشنی لوگوں تک پہنچانے کا موقع قدرے زیادہ مل گیا تھا۔ آپ کا دور بنی امیہ کے زوال اور بنو عباس کے عروج کے بین بین ہے۔ اُس زمانہ میں اقتدار کی کشمکش سے اسلامی سلطنت میں بے چینی اور بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ علم اور صداقت کی تلاش کے بجائے جاہ و منصب' سیم و زر کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ ایسے عہد میں امام نے اپنی ذات سے اسلامی کردار کی کامل تصویر پیش کی اور اپنے علم سے اسلام کی حقیقی روح کو اجاگر کیا۔

ترجمہ مکمل کرنے کے بعد دوسری مشکل جو سامنے آئی وہ طباعت کی تھی۔ میں اس بازار میں یکسر اجنبی تھا۔ تاہم اس مشکل کو میری بہو صدف شاہ نے حل کر دیا جو نشرواشاعت کے شعبہ

Marfat.com

میں طویل تجربہ رکھتی ہیں۔ انکی کوششوں سے انکے ایک واقف کار ناشر جناب مظہر مہدی اشاعت کی ذمہ داری لینے کیلئے تیار ہو گئے۔ میں ان دونوں کا انتہائی شکرگزار ہوں اور امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب پڑھ کر لوگوں کو امام جعفر صادق علیہ السلام کے بے کراں علم سے کچھ واقفیت ہو جائیگی اور وہ اس سے فائدہ بھی حاصل کریں گے۔

سید نصرت اللہ شاہ

لاہور......۲۰۱۰ء

Marfat.com

فہرست مضامین

فصل اول۔ پس منظر

فصل دوم۔ انسان

صفحہ نمبر	تفصیل	نمبر شمار
7	انسان کی تخلیق	۱
8	دانت اور داڑھی	۲
9	الحاد کی لغویت	۳
11	آنسو	۴
12	رال	۵
12	جنسی اعضاء	۶
13	عمومی اعضاء	۷
14	غذا	۸
15	انسانی جسم کی نشو ونما	۹
16	جانوروں پر انسان کی فضیلت	۱۰
16	حواسِ خمسہ	۱۱
19	جوڑی اور اکائی کی ترتیبیں	۱۲
19	آواز	۱۳
20	زبان اور ہونٹ	۱۴
21	حفاظتی نظام	۱۵

Marfat.com

صفحہ نمبر	تفصیل	نمبر شمار
25	بال اور ناخن	۱۶
27	لعابِ دہن	۱۷
27	پیٹ کا غلاف	۱۸
28	ترغیبات	۱۹
29	جسمانی صلاحیتیں	۲۰
31	نفسیاتی صلاحیتیں	۲۱
31	گویائی اور لکھائی	۲۲
33	علم کی حد بندی	۲۳
37	خواب	۲۴
37	انسانی ضرورتوں کی فراہمی	۲۵
39	مختلف چہرے مہرے	۲۶
40	محدود نشو ونما	۲۷
41	تھکن اور تکلیف	۲۸

فصل سوم۔حیوانات

صفحہ نمبر	تفصیل	نمبر شمار
44	عالمِ حیوانات	۲۹
50	ہاتھی	۳۰
50	ژرافہ	۳۱
52	بندر	۳۲

Marfat.com

صفحہ نمبر	تفصیل	نمبر شمار
52	جانوروں کی کھال	۳۳
53	میت کی تدفین	۳۴
54	جانورں کی فطری صلاحیت	۳۵
55	اژدھااور بادل	۳۶
55	چیونٹی	۳۷
56	مکڑی	۳۸
57	پرندے	۳۹
58	مرغی	۴۰
59	پرندوں کا پوٹا	۴۱
59	پرندوں کے پر	۴۲
60	لمبی ٹانگوں والے پرندے	۴۳
60	غذا کا اہتمام	۴۴
61	رات کے پرندے	۴۵
63	شہد کی مکھی	۴۶
63	ٹڈیاں	۴۷
64	مچھلی	۴۸

Marfat.com

فصل چہارم۔ ماحول

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
۴۹	آسمان	66
۵۰	طلوع اور غروبِ آفتاب	67
۵۱	چار موسم	67
۵۲	سورج	68
۵۳	چاند	69
۵۴	ستارے	70
۵۵	کائنات	74
۵۶	لیل و نہار	75
۵۷	گرمی اور سردی	75
۵۸	زمین	78
۵۹	ہوا	80
۶۰	آگ	80
۶۱	پانی	81
۶۲	بارش	82
۶۳	پہاڑ	85
۶۴	نباتات	86
۶۵	اناج	87
۶۶	پودوں کی افزائش	88

Marfat.com

صفحہ نمبر	تفصیل	نمبر شمار
89	پتے	٦٧
90	بیج	٦٨
91	انار	٦٩
91	بیلیں	٧٠
92	کھجور کا درخت	٧١
93	لکڑی۔	٧٢
93	جڑی بوٹیاں	٧٣
94	فضول اشیاء	٧٤

فصل پنجم۔ قدرتی حوادث

صفحہ نمبر	تفصیل	نمبر شمار
96	قدرتی حوادث	٧٥
98	بے ضرر زندگی	٧٦
102	موت	٧٧
103	ناانصافی	٧٨
106	خدا کا وجود	٧٩

Marfat.com

Marfat.com

فصل اول

پس منظر

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

محمد ابن سنان کا بیان ہے کہ مفضّل ابن عمر نے ان سے حسب ذیل روایت بیان کی:

ایک روز میں عصر کی نماز کے بعد منبر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کے درمیان بیٹھا یہ سوچ رہا تھا کہ اللہ تبارک وتعلیٰ نے ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن اعلیٰ ترین فضیلتوں' مرتبوں' خوبیوں اور عظمتوں سے نوازا ہے انکی امت نے انکی اتنی قدر نہیں کی ہے۔

میں انہی خیالوں میں غلطاں تھا کہ ایک ملحد ابن ابی العوجا اپنے ایک ساتھی کے ساتھ وہاں آ کر ایک ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے میں اسکی گفتگو بخوبی سن سکتا تھا۔

ابن ابی العوجا نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا: اس مزار کے مکین نے اپنے کارناموں سے منفرد امتیاز اور مرتبہ حاصل کیا ہے۔ اسکے ساتھی نے اقرار کرتے ہوئے کہا" وہ ایک فلسفی تھے اور انھوں نے اپنے پرزور دعویٰ کے ثبوت میں حیران کن معجزے بھی دکھائے۔ انکا بھید معلوم کرنے کیلئے لال بجھکڑوں نے بہت عقل دوڑائی لیکن کوئی نتیجہ حاصل نہ کر سکے۔ جب مہذب عالم اور فاضل لوگوں نے انکا عقیدہ قبول کر لیا تو عوام الناس بھی فوج درفوج انکے مذہب میں داخل ہو گئے۔ جہاں جہاں بھی انکی رسالت کی آواز پہنچی ہے وہاں کے عبادت گاہوں اور مسجدوں سے ایک مرتبہ نہیں بلکہ دن میں پانچ وقت اذان اور اقامت میں اللہ کے ساتھ انکا نام بھی لیا جاتا ہے۔ اپنی یاد کو تازہ اور اپنے مذہب کو فعّال

Marfat.com

رکھنے کیلئے انھوں نے اپنے نام کو اللہ کے نام کے ساتھ مربوط کر دیا ہے۔

ابن ابی العوجا نے کہا ''محمد کے ذکر کو ترک کرو کیونکہ انکے بارے میں سوچ کر میری عقل حیران اور میرے خیالات پریشان ہو جاتے ہیں۔ ہمیں حقیقت حال سے متعلق گفتگو کرنی چاہیے جس کی بنیاد پر لوگوں نے محمد کے دین کو قبول کیا ہے یعنی ربّ العالمین۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا ایسی ہستی موجود ہے بھی کہ نہیں۔

پھر اُس نے عملِ تخلیق اور کائنات میں پھیلے ہوئے انواع واقسام کا ذکر کیا۔ اُس نے یہ بعید از قیاس دعویٰ بھی کیا کہ چیزوں کو نہ تو کسی نے تخلیق کیا ہے اور نہ انکا کوئی خالق ہے اور نہ کوئی انکو احیاء کرنے والا ہے۔ یہ کائنات از خود وجود میں آئی ہے اور ازل تک اسی طرح قائم رہے گی۔

میں یہ باتیں سن کر غضب ناک ہو گیا اور میں نے اس سے کہا ''او کافر کیا تو اللہ کے وجود کا انکار کر کے ایمان سے منکر ہو گیا ہے حالانکہ اللہ ہی نے تجھے ایسا خوبصورت بنایا ہے اور درجہ بہ درجہ تیری ماہیت بدلتے ہوئے موجودہ شکل میں ظاہر کیا ہے۔ اگر تم اپنی ذات پر غور کرتے اور اگر تمہارا شعور صحیح رہنمائی کرتا تو تمہیں اپنی روح میں اللہ تعالیٰ کے وجود کے واضح ثبوت مل جاتے اور اسکی عالمی ربوبیت اور لامحدود صناعی کی علامتیں مل جاتیں۔

اس نے کہا ''اگر آپ معقول دلائل پیش کر سکتے ہیں تو ہم اس مسئلہ پر گفتگو کر سکتے ہیں اور آپکی بات مان سکتے ہیں لیکن آپ کو بحث کے قواعد کا ادراک نہیں ہے لہٰذا آپکو دخل اندازی کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔ اگر آپکو جعفر بن محمد کی صحبت حاصل ہے تو آپکا اس لہجہ میں گفتگو کرنا مناسب نہیں تھا کیونکہ انکا طرزِ کلام اس طرح کا نہیں ہے اور نہ وہ اس طرح ناشائستہ طرح سے بحث کرتے ہیں۔ انھوں نے آپ سے زیادہ ہماری باتیں سنی ہیں لیکن کبھی بداخلاقی نہیں دکھائی اور نہ سختی سے جواب دیا ہے۔ وہ انتہائی بردبار، باوقار، معقول اور

Marfat.com

ذہین انسان ہیں۔ وہ کبھی درشت اور رنجیدہ نہیں ہوتے ہیں۔ وہ ہماری گفتگو غور سے سنتے ہیں۔ وہ ہمیں اپنے دلائل پیش کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور جب ہم اپنے سارے دلائل پیش کر کے سوچتے ہیں کہ اب ہم نے ان کو خاموش کر دیا ہے تو وہ ایک مختصر سا جائزہ لیکر ہمارے استدلال کو بے حقیقت اور ہمیں خاموش کر دیتے ہیں۔ ہمارے پاس اس محترم شخص کے دلائل کو رد کرنے کیلئے کوئی حجت باقی نہیں رہتی۔ اگر آپ انکی صحبت میں رہتے ہیں تو آپکو بھی انہی کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

یہ باتیں سن کر میں وہاں سے دل برداشتہ ہو کر نکل آیا اور اللہ کے وجود سے انکے انکار پر اور کائنات کی بے معنویت پر انکے تصور سے اسلام اور اسلام کے ماننے والوں پر نکلنے والے نتائج پر غور کرنے لگا۔

وہاں سے میں سیدھا اپنے امام جعفر صادق کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے اداس دیکھ کر انھوں نے اس کی وجہ دریافت کی۔ میں نے ملحدوں کے ساتھ اپنی گفتگو سے انھیں مطلع کیا اور انکے دلائل رد کرنے میں اپنی کوشش کا ذکر کیا۔

انھوں نے مجھے اگلے روز آنے کیلئے کہا اور مجھے تسلی دی کہ کل وہ پوری کائنات میں پھیلے ہوئے اللہ کے اختراعات کا انکشاف کریں گے۔ جس میں جانور، پرندے، کیڑے مکوڑے اور ساری جاندار اشیاء شامل ہونگی اور ساتھ ہی پھل دار اور بے پھل درختوں اور کھانے والی اور نہ کھانے والی سبزیوں ترکاریوں کا ذکر بھی ہوگا۔ اللہ کی ہنرمندی کی اس طرح وضاحت سے ان لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں گی جو ہدایت کے خواہاں ہیں اور مومنوں کو سکون ملے گا اور کافر حیران ہو جائنگے۔

Marfat.com

فصل دوم

پہلی نشست۔ انسان

صبح سویرے میں وہاں پہنچ گیا اور اجازت ملنے پر گھر میں داخل ہو کر اُس جلیل القدر شخصیت کے آگے کھڑا ہو گیا اور پھر انکے اشارہ پر اپنی نشست پر جا بیٹھا۔ پھر وہ اپنے خلوت خانہ میں چلے گئے جہاں وہ اکثر تنہائی کیلئے جایا کرتے ہیں اور مجھے بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہاں جا کر وہ اپنی نشست پر بیٹھ گئے اور میں بھی انکے آگے دوزانو بیٹھ گیا۔

انھوں نے کہا "مفضل لگتا ہے کہ آج آنے کی پریشانی میں تم نے رات بہت طویل گزاری ہے۔ میں نے احترام سے اس بات کا اعتراف کیا۔

انھوں نے گفتگو کا آغاز کیا: "اللہ تعالیٰ اس وقت بھی موجود تھا جب کسی چیز کا وجود نہیں تھا اور ازل کے بعد بھی ہمیشہ موجود رہے گا۔ ساری حمد اُسی کیلئے ہے کہ اُس نے ہمیں اپنی کتاب سے نوازا ہے۔ جو تحفہ اس نے ہمیں دیا ہے اسکے لئے ہم انتہائی شکرگزار ہیں۔ اعلیٰ ترین علم عطا کر کے اس نے ہمیں بلند و بالا کیا ہے اور حضرت علی (علیہ السلام) کی اولاد بنا کر ہمیں اعلیٰ مرتبہ دیا اور دوسروں سے ممتاز کیا ہے تا کہ ہم اسکے عطا کردہ علم کے ذریعہ تمام تخلیقات سے فائق ہو جائیں اور ہمیں کائنات کی باریکیوں کے علم کا امین بنایا ہے۔

میں نے ان سے اجازت چاہی کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں کیا میں انھیں تحریر کر سکتا ہوں کیونکہ لکھنے کے سارے لوازمات میرے پاس موجود تھے۔ انھوں نے براہ کرم اسکی منظوری دیدی۔

انھوں نے کہا "اے مفضل مخلوقات کی تخلیق کے پیچھے جو راز اور مقاصد پوشیدہ ہیں انھیں پہچاننے سے سرگرداں لوگ ناکام رہے ہیں اور سمندر میں اور ہموار اور ناہموار زمین میں مختلف اصناف کی تخلیق میں جو ہنرمندی پنہاں ہے اسکے متعلق انکے ذہن ناآشنا رہے ہیں۔ علم کی

Marfat.com

کمی اور عقل کی کم ظرفی سے وہ لوگ منکر بن گئے ہیں اور حق کے خلاف لفظوں کو الٹ پھیر کرنے لگے ہیں اور یہاں تک بڑھ گئے ہیں کہ خالق کا انکار کرنے لگے اور یہ دعویٰ کرنے لگے ہیں کہ یہ کائنات بے معنی اور بے حقیقت ہے اور یہ کہ نمونہ ساز یا تخلیق کار کے پاس اس کا کوئی اختراعی نمونہ نہیں تھا۔ لہٰذا یہ کائنات ایک بے معنی بے مقصد فرضی شے ہے۔ جس میں نہ توازن ہے نہ اعتدال ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو وہ اسکے متعلق منسوب کرتے ہیں۔ اللہ کرے وہ فنا ہو جائیں۔ وہ لوگ کسقدر گمراہ ہیں۔ اپنے گمراہ کن اندھے پن اور بوکھلاہٹ میں یہ گمراہ افراد ایسے ہی ہیں جیسے ایک سجے سجائے گھر میں جہاں بہترین قالین، کھانے پینے کی اعلیٰ چیزیں، اور ضرورت کی ساری اشیاء مناسب مقدار میں قرینہ سے رکھی ہوئی ہوں اور یہ لوگ وہاں اندھوں کی طرح دائیں بائیں ٹٹولتے پھرتے رہیں۔ اپنے اندھے پن میں یہ لوگ نہ تو عمارت کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ اسکی سجاوٹ کو۔ وہ ایک کمرے سے دوسرے میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور کبھی آگے جاتے ہیں اور کبھی پیچھے اور اگر ان میں سے کسی کو کوئی چیز ہاتھ آ جاتی ہے جس کے متعلق اسکو کوئی علم نہیں ہوتا کہ یہ چیز کس مقصد کیلئے وہاں رکھی گئی ہے تو وہ غضب ناک ہو کر ماہر تعمیرات کی ملامت کرنے لگتا ہے حالانکہ قصور خود اسکا ہوتا ہے کہ وہ دیکھ نہیں سکتا۔

یہ مثال اُس فرقہ پر صادق آتی ہے جو تخلیقی عنصر سے اور خدائی منصوبہ بندی کی دلیل سے انکار کرتا ہے۔ زندگی کیلئے اشیاء ضرورت کی فراہمی کا شکر ادا کرنے اور تخلیق کے کمال اور نمونہ کی خوبصورتی کو سراہنے کے بجائے وہ لوگ ایک ویران دنیا میں حیران اور پریشان آوارہ گردی کرنے لگتے ہیں کیونکہ انکے دماغ اساسی مقاصد اور اصولوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں سے کسی ایک کو کسی چیز کا احساس ہو جاتا ہے لیکن اپنی جہالت میں اُس چیز کی حقیقت اور ضرورت سے واقفیت نہیں ہوتی اسی لئے فوراً ہی اس میں خامی نکال کر کہتا ہے کہ یہ چیز غلط ہے۔

Marfat.com

مانی کے پیروؤں نے (اردشیر کے بیٹے بادشاہ شاہپور کے عہد میں مانی نے زرتشت فرقہ کی بنیاد رکھی اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو تو مانتے تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرتے تھے اور الوہیت کی دوئی کے قائل تھے یعنی کائنات کی ساری اچھائیوں کا خالق ایک خدا ہے اور برائیوں کا خالق دوسرا خدا ہے۔ تمام اچھی چیزوں کا خالق نور ہے اور تمام وحشی جانوروں اور ضرررساں مخلوقات کی خالق تاریکی ہے) شیطان کے متعصب چیلوں کی طرح اپنے ملحدانہ عقائد کی علی الاعلان تبلیغ شروع کر دی۔ ان لوگوں کے علاوہ بعض دوسرے گمراہ افراد بھی چند حقیقتوں کو نامعقول اور ناممکن کہہ کر الوہی عنایات سے محروم ہو گئے۔

جس شخص کو اللہ نے حقیقت کا علم عطا کیا ہے اور ایمان سے سرفراز کیا ہے اور جس کو تخلیق کے حسن پر غور کرنے کی بصیرت دی ہے اور جو معقول دلائل سے ایسی چیزوں کی خوبیوں کا اندازہ لگا سکتا ہے تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ایسے ملکوتی عطیات ملنے پر اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ حمد کرتا رہے اور اپنے لئے اور اپنے روحانی علم اور استقلال میں اضافہ کیلئے بلند آواز میں دعا کرتا رہے۔

اللہ کہتا ہے " اگر تم شکر گزار ہوئے تو میں اپنی عنایات میں اضافہ کرونگا اور اگر تم ناشکرے ہوئے تو میری سزا بہت سخت ہے۔"

کائنات کی بناوٹ ہی اللہ تعالیٰ کے وجود کی نمایاں نشانی اور دلیل ہے۔ کائنات کے مختلف حصوں کو کسقدر خوبصورتی اور ہنرمندی سے جوڑا گیا ہے۔ اگر انفرادی حصوں پر سلیقہ سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ کائنات ایک گھر کی مانند ہے جسے انسانوں کی ضرورت کے مطابق ساز و سامان سے سجایا گیا ہے۔

یہ آسمان ایک چھت جیسا ہے اور زمین ایک قالین کی طرح بچھائی گئی ہے اور طبقات در طبقات پھیلے ہوئے ستارے اپنی اپنی جگہ پر چراغ نظر آتے ہیں اور جواہرات کی طرح ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے کسی گھر میں انکے ڈھیر لگے ہوئے ہوں۔ ان چیزوں کے علاوہ انسانی ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ اس دنیا میں انسان گھر کے مالک کی حیثیت رکھتا ہے اور اس گھر

Marfat.com

ہیں جو کچھ ہے وہ انسان کی ملکیت ہے۔

اور انسان کی ضرورت کیلئے یہاں انواع واقسام کے پودے ہیں۔ بعض پودے جانوروں کے چارے کیلئے ہیں' دوسرے انسان کی دوائی کیلئے' بعض صرف سجاوٹ کیلئے' بعض انسان کوخوشبو سے لطف اندوز ہونے کیلئے' بعض جانوروں کی دوا کیلئے' بعض انسانوں کی غذائیت کیلئے' بعض صرف پرندوں کیلئے اور دوسرے چوپایوں کیلئے وغیرہ۔ جانوروں کی مختلف اصناف کو انسان کیلئے کام کرنے کا سلیقہ ودیعت کیا گیا ہے۔

انسان کی تخلیق

اب ہم اپنی گفتگو کا آغاز انسان کی تخلیق سے کرتے ہیں تا کہ تم اس سے سبق حاصل کر سکو۔ انسان کی تخلیق میں پہلا قدم ماں کے رحم میں جنین کو جاں گزیں کرنا ہے اور وہ تین قسم کے مختلف غلافوں اور تین قسم کی تاریکیوں میں محفوظ رہتا ہے۔ پہلا بیرونی حصہ حفاظتی ہے' دوسرا رحم ہے اور تیسرا آنول۔ یہ وقت ایسا ہوتا ہے جب جنین نہ تو اپنی غذا حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی خود کو کسی نقصان سے بچا سکتا ہے۔

جنین کی غذائیت کیلئے ماہواری کو اسکی جانب موڑ دیا جاتا ہے جس طرح پانی کے ذریعہ پودوں کو غذائیت ملتی ہے۔ یہ عمل اس وقت تک جاری رہتا ہے جب جسم کی ساخت مکمل ہو جائے اور بدن کی جلد آب وہوا برداشت کرنے کیلئے سخت ہو جائے تا کہ اسے ہوا سے کوئی تکلیف نہ محسوس ہو اور اسکی آنکھیں روشنی برداشت کر سکیں۔ جب یہ ساری چیزیں مکمل ہو جاتی ہیں تو پھر ماں کو دردِ زہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور اسکا سارا وجود ہل جاتا ہے اور آخر میں بچے کی پیدائش پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی ماہواری کو جو اس وقت تک رحم میں بچے کو غذا فراہم کر رہی تھی اب اسکا بہاؤ ماں کے پستانوں کی طرف پھیر دیا جاتا ہے۔ اس کے مزہ اور رنگ میں

Marfat.com

تبدیلی آ جاتی ہے اور اب یہ ایک اور قسم کی غذا بن جاتی ہے جو بچے کے مزاج کے عین مطابق ہوتی ہے۔

پیدائش کے ساتھ ہی بچہ حرکت کرنے لگتا ہے اور اپنے ہونٹ چاٹ کر دودھ کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ اس کو اپنی ماں کے پستانوں میں غذا کے ذخیرے نظر آتے ہیں۔ جب تک اس کا بدن نازک اور اعضاء اور آنتیں نرم اور کمزور ہوتے ہیں اس وقت تک اسکی غذا دودھ ہی رہتی ہے۔

دانت اور داڑھی

جب یہ بچہ گھومنے پھرنے لگتا ہے تو اسکے جسم کو مضبوط بنانے کیلئے ٹھوس غذا کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اب داڑھ نکلنے لگتے ہیں تا کہ وہ غذا کو چبا کر ہضم کر سکے۔ بلوغت تک وہ اسی قسم کی غذا کا استعمال کرتا رہتا ہے۔

مردانگی کے نشان کے طور پر اور اپنی عزت افزائی کیلئے مرد اپنے چہرہ پر بال اگاتے ہیں۔ داڑھی کا دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اب وہ سنِ بلوغت سے نکل آیا ہے اور عورتوں سے اسکی مشابہت ختم ہو چکی ہے۔ دوسری جانب عورتیں اپنا چہرہ صاف، حسین اور بے بال رکھتی ہیں تا کہ انکی تازگی اور خوبصورتی برقرار رہے اور نسل کی بقا کیلئے مرد انکی طرف مائل ہوں۔

کیا تم تصور کر سکتے ہو کہ انسان کو مختلف مراحل سے گزار کر اس طرح مکمل بنانا بغیر کسی نمونہ ساز یا خالق کے ممکن ہوسکتا ہے؟ کیا تم نہیں سوچتے کہ اگر ماہواری کو رحم کے اندر جنین کی جانب موڑا نہ جاتا تو وہ اُس پودے کی طرح سوکھ جاتا جسے پانی نہ دیا گیا ہے؟

پیدائش کیلئے جب بچہ پوری طرح تیار ہوتا ہے تو اگر دردِزہ کی تحریک نہ ہوتی تو کیا وہ رحم میں اسی طرح دفن نہ ہو جاتا جس طرح بچوں کو زمین میں گاڑ دیا جاتا ہے؟ اگر اسکو موزوں

Marfat.com

دودھ نہ ملتا تو کیا وہ فاقہ سے مرنہ جاتا؟ اگر جسم کی تکمیل کیلئے اسے فطری طور پر غذا حاصل نہ ہوتی اور اگر اسکے دانت بروقت نکل نہ آتے تو کیا اسے کھانا چبانے اور ہضم کرنے میں دشواری پیش نہ آتی۔ اگر وہ دودھ کی منزل اور ایام طفلی سے آگے بڑھ نہ گیا ہوتا تو نہ اسکا جسم مضبوط ہوسکتا تھا اور نہ وہ کسی کام کے قابل ہوتا۔ چنانچہ اسکی ماں کو ہر وقت اسکی دیکھ بھال کرنی پڑتی اور دوسرا بچہ پیدا کرنے کا خیال ترک کرنا پڑتا۔

اگر مناسب وقت پر اسکے چہرے پر بال نہ اگتے تو کیا وہ نابالغ اور نسوانی حالت ہی میں بغیر کسی وقار اور آبرو کے مخنثوں کی طرح نہ رہ جاتا جو بغیر داڑھی کے کریہہ منظر ہوتے ہیں؟

اللہ کے سوا کون ہے جس نے انسان کو عدم سے تخلیق کیا۔ کون ہے جو وقت وقت پر انسان کی ضرورتیں مہیا کرنے کیلئے ہمیشہ چوکس رہتا ہے؟

الحاد کی لغویت

اگر خصوصی نمونہ کے بغیر مسلسل بے ساختہ تخلیق کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو کیا بامقصد اور متوازن تخلیق غلط کاری اور تشویش کا نتیجہ بن سکتی ہے کیونکہ یہی دو چیزیں خود ساختگی سے مختلف ہیں۔

یہ انتہائی لغو بات ہے کہ نظم وضبط اور خوش معاملگی تو بغیر خالق کے ممکن ہے لیکن نمونہ اور انجام کی بے ترتیبی اور نادرستی سے خالق کے وجود کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ ایسی بات کرنے والا شخص انتہائی ذلیل ہے۔ کیونکہ جو چیز بغیر نمونے کے بنائی جائیگی وہ کبھی درست اور متناسب نہیں ہوگی جبکہ بے ترتیبی اور تضاد کبھی موزوں نمونہ سازی کے ساتھ یکجا نہیں ہوسکتے۔ کافر جو کچھ بک رہے ہیں اللہ اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

اگر کبھی کوئی بچہ پختہ عقل کے ساتھ پیدا ہوتو وہ ایک عجیب دنیا دیکھ کر حیران و پریشان ہو جائیگا کیونکہ چاروں طرف قسم قسم کے بے شمار جانوروں اور پرندوں سے بھرا یہ ناآشنا ماحول دن

Marfat.com

کے ہر لمحے اسکی نظروں میں رہیگا۔

غور کرو اگر ایک شخص کسی ملک کے قید خانہ سے نکل کر کسی دوسرے ملک چلا جاتا ہے اور اگر اسکا ذہن پختہ ہے تو تم اسے وہاں حیران و پریشان پاؤ گے۔ وہ نہ تو نئی زبان جلد سیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اس جگہ کی تہذیب و تمدن سے واقف ہو سکتا ہے۔ دوسری طرف اگر ایک نابالغ کو شروع میں قیدی بنا کر بیرون ملک بھیج دیا جائے تو وہ بہت جلد نئی جگہ کی زبان اور آداب سیکھ جائیگا۔

اسی طرح پختہ ذہن لیکر پیدا ہونے والا بچہ جب اپنی آنکھیں کھولے گا تو انواع و اقسام کی چیزوں، مختلف اقسام کے جسموں اور اتحاد و اختلاف کے مظاہر دیکھ کر حیران و پریشان ہو جائیگا۔ طویل عرصہ تک اسکی سمجھ میں نہیں آئیگا کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں وارد ہوا ہے اور آیا جو کچھ دیکھ رہا ہے وہ خواب تو نہیں۔

اگر بچہ پختہ ذہن لیکر پیدا ہوا ہے تو اسے گود میں لینے، دودھ پلانے پوتڑے بدلنے اور جھولے میں لٹانے سے نفرت اور ذلت محسوس ہوگی حالانکہ یہ وہی کام ہیں جو بچے کی نازک اور کمزور بدن کی حفاظت کیلئے کیئے جاتے ہیں۔

اگر بچے پختہ ذہن لیکر پیدا ہونگے تو ان میں نہ بچوں جیسی حلاوت ہوگی اور نہ سادہ لوحی جن کی وجہ سے بزرگوں کو ان پر پیار آتا ہے اور محبت اور شفقت سے انکی پرورش کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ بچے جب فطری طور پر پیدا ہوتے ہیں تو انھیں کسی چیز کی سمجھ نہیں ہوتی اور وہ دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ وہ ان چیزوں کو اپنے ناپختہ ذہنوں اور ناکافی فہم سے دیکھ سکتے ہیں اور اسی لئے حیرت زدہ نہیں ہوتے۔

بچے کا ذہن اور اس کا شعور درجہ بہ درجہ رفتہ رفتہ وقت کے ساتھ ساتھ نشو و نما پاتے رہتے ہیں تاکہ وہ اپنے اطراف میں پھیلی ہوئی چیزوں سے بغیر تجسس اور حیرت کے اتنا آشنا ہو جائے کہ وہ آسانی اور منصوبہ بندی سے اپنی روزی تلاش کر سکے اور ساتھ ہی بندگی اور فرمابرداری کا سبق سیکھ لے۔

Marfat.com

خدارا رک جایئے۔ اس معاملہ کے کئی اور پہلو بھی ہیں۔ اگر ایک بچہ پختہ ذہن لیکر پیدا ہوتا ہے اور اپنے فرائض بخوبی جانتا ہے تو ایسے مواقع کم ہی آئینگے جن میں اسکے والدین اسکے ساتھ محبت اور التفات کے ساتھ پیش آئیں اور نہ انکو اسکی پرورش میں ہمہ وقت مصروف رہنے کی ضرورت ہوگی۔ والدین کو اپنے عام بچوں سے جو لگاؤ اور پیار ہوتا ہے وہ پختہ ذہن اولاد کے ساتھ نہیں ہوسکتا کیونکہ ایسے بچوں کو والدین کی نگہداشت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اس صورت حال میں پیدائش کے ساتھ ہی بچے اور والدین علیحدہ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ بچوں کیلئے اپنی مائیں اور بہنیں بھی اجنبی بن جاتے ہیں۔

کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ ہر چھوٹی اور بڑی چیز ایک بے عیب منصوبہ کے تحت تخلیق کی گئی ہے جس میں کسی غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔

آنسو

بچوں کو رونے سے جو فائدے پہنچتے ہیں ذرا انکا بھی خیال کیجئے۔ بچوں کے دماغ میں ایک رقیق مادہ ہوتا ہے جسکو اگر نکالا نہ جائے تو بیماری کے علاوہ آنکھ ذائل ہونے کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ دماغ سے اس سیال کی نکاسی سے دماغ صحت مند اور آنکھیں روشن رہتی ہیں رونے سے بچہ کو فائدہ پہنچتا ہے اور والدین اپنی نادانی میں بچے کی ہر خواہش پوری کرکے اسکا رونا بند کر چاہتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اسکے فائدے کتنے ہیں۔

اس طرح کے دوسرے فوائد بھی ہیں جنکو سمجھنے سے دھریے ناکام رہے ہیں اور اگر ان کو ان فائدوں کی سمجھ آجاتی تو وہ کبھی انکے فیض کا انکار نہ کرتے۔ جو باتیں منکروں کیلئے نافہم ہیں انہیں عارف لوگ بخوبی سمجھتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مخلوقات اپنے وجود کی حکمت سے واقف نہیں ہوتے اگرچہ خالق کو اسکا علم ہوتا ہے۔

Marfat.com

رال

بچوں کے منہ سے بہنے والی رال کو اگر روکنے کی کوشش کی جائے تو اس سے دماغ میں فتور آنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ایسے احمق اور کم عقل لوگ بھی نظر آتے ہیں جن کے منہ سے ہر وقت رال ٹپکتی رہتی ہے اور یہ لوگ اکثر فالج کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آگے کی صحت مند زندگی کیلئے اس سیال کو منہ سے بہنے دیا جائے۔

اللہ نے جو یہ نعمت عطا کی ہے اسکی گہرائی سے یہ لوگ واقف نہیں ہیں۔ انھیں یہ مہلت دی گئی ہے کہ وہ خلقت کے اندر پوشیدہ حکمت کا علم حاصل کر کے عارف بن جائیں۔ اگر وہ لوگ ان عنائتوں کی قدر کرتے تو اتنا عرصہ گناہ کی زندگی نہ گزارتے۔ لہٰذا ساری تعریف اور حمد اللہ ہی کیلئے ہے۔ جو نہایت رحمدل ہے۔ اسکی رحمتیں مستحق اور غیر مستحق دونوں کیلئے یکساں ہے۔ یہ گمراہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں اللہ اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

جنسی اعضاء

مباشرت کیلئے مردانہ اور زنانہ اعضاء پر ذرا غور کیجئے۔ مردانہ عضو ترغیب دینے کی اہلیت رکھتا ہے اور رحم تک مادہ تولید پہنچانے کیلئے اپنی ضخامت میں اضافہ کرتا ہے۔ یہی اسکا کام ہے کیونکہ وہ خود جنین کی نشو ونما کرنے کے قابل نہیں ہوتا لہٰذا اسے عورت کے رحم میں اپنا مادہ تولید پہنچانا ہوتا ہے۔ رحم مادر ایک ایسا گہرا ظرف ہوتا ہے جس میں دونوں ماء تولید محفوظ رہتے ہیں اور یہ بچے کی بالیدگی کے ساتھ ساتھ تناسب سے بڑھتا رہتا ہے تاکہ جب تک بچے میں توانائی نہ آئے اس پر کسی قسم کا دباؤ نہ پڑ سکے۔ کیا اس طرح کا نمونہ ایک گہری نگاہ والے نمونہ ساز نے نہیں بنایا ہے؟ کیا یہ ہنرمندی کے کام اور یہ عمدہ تناسب آپ ہی آپ آگئے ہیں؟ ان مشرکوں کے کفر سے اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے۔

Marfat.com

عمومی اعضاء

جسم کے مختلف اعضاء پر اور ان میں ہر ایک کے کام پر اور ان سب کے مکمل نمونے پر غور کیجئے۔ کام کاج کیلئے دو ہاتھ' حرکت کرنے کیلئے دو پاؤں' دیکھنے کیلئے دو آنکھیں' کھانے کیلئے دہن' ہاضمہ کیلئے معدہ اور غذا کو کشید کرکے اسے خون' صفرا' بلغم کی صورت میں جسم کے مختلف حصوں میں پہنچانے کیلئے جگر' فضلات خارج کرنے کیلئے' جسم کے سوراخ۔ غرض کہ آپ کو یہی نظر آئیگا کہ ہر عضو اپنا خصوصی کام کرنے کیلئے نہایت موزوں اور آراستہ ہے" میں نے کہا" آقا! بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سب فطرت کے عمل کا نتیجہ ہیں یعنی ہر عضو اس وقت وجود میں آتا ہے جس وقت فطرت کو اسکی ضرورت ہوتی ہے"

انھوں نے کہا" ان لوگوں سے صرف یہ پوچھیئے کہ جس منصوبہ بندی اور باقاعدگی کے ساتھ یہ عمل ہو رہا ہے کیا فطرت کے پاس اسکا علم اور اسکی استطاعت بھی ہے یا وہ دانائی اور شعور سے محروم اور استطاعت اور علم سے ناآشنا ہے؟

اگر ان لوگوں نے یہ تسلیم کرلیا کہ فطرت کے پاس علم بھی ہے اور اختیار بھی تو انھیں خالق کو ماننے میں کون سی چیز رکاوٹ ڈال رہی ہے؟

ہمارا کہنا یہ ہے کہ تمام اشیاء کا ایک ہی خالق ہے جو علم اور اختیار کا مالک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی خالق نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کام فطرت نے ہنرمندی اور منصوبہ بندی سے کیا ہے لہٰذا فطرت انکی تخلیق کی علت ہے جبکہ وہ خالق کا انکار کرتے ہیں۔

اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ فطرت بغیر کسی علم اور اختیار کے یہ چیزیں پیدا کر رہی ہے تو کیا کوئی شخص اس بات کو قبول کرسکتا ہے کیونکہ کوئی عمل بغیر مناسب علم اور اختیار کے سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ ہر عمل کی ابتداء خدائے علیم وبصیر سے ہوتی ہے جس نے اپنی دانائی اور بینائی سے ایک طریق کار ایجاد کیا ہے جسکو یہ لوگ فطرت کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہر شے کو اسکے مقصد اور اصول کے مطابق پیدا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک اسلوب مقرر کیا ہے۔

Marfat.com

مثال کے طور پر ایک بیج کو اگنے کیلئے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بارش نہ ہو تو دانہ بھی نہیں ہوگا۔ مرد اور عورت کے اتصال سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور اتصال کے عمل اور تخم ریزی کے بغیر بچہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ پانی بھاپ ہو کر بادل بنتا ہے اور ہوا بادلوں کو حرکت دیتی ہے۔ اس عمل کے بغیر بارش نہیں ہوسکتی۔

یہ دھریے ان اسباب اور فطرت کو اصل خالق مان کر اُس خالق کا انکار کرتے ہیں جو ان ساری چیزوں سے بالاتر ہے۔ جب تک زندگی عطا کرنے والا بے جان پانی میں جان نہ ڈالے اناج کس طرح پیدا ہوسکتا ہے؟ ایک بے شعور نطفہ ایک بچے میں کس طرح تبدیل ہوسکتا ہے جب تک قادر مطلق اس میں توانائی پیدا کر کے ایک حصہ سے سر اور دوسرے حصوں سے ہاتھ، پیر اور کسی اور حصہ سے ہڈیاں اور کہیں اور سے دل، جگر، حلق وغیرہ خلق نہ کرے؟ دوسرے اقسام کی تخلیقات کو بھی اسی اصول پر جانچا جاسکتا ہے۔

غذا

جسم کو پہنچائی جانے والی غذا اور اسکے پیچھے جو خوش سلیقہ منصوبہ بندی ہے اس پر بھی غور کیجئے۔ غذا جب معدہ میں پہنچ کر رقیق بن جاتی ہے تو اسکا نچوڑ باریک رگوں کے ذریعہ جگر میں منتقل ہو جاتا ہے۔ یعنی معدہ ایک عرق نکالنے کا آلہ ہے جو خالص مال جگر کو پہنچاتا ہے تاکہ اسکی نازک بناوٹ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

جگر غذا کا نچوڑ لے کر اُسے ایک ناقابل فہم طریقے سے خون میں تبدیل کر کے دل کو پہنچاتا ہے جہاں سے یہ خون رگوں کے ذریعہ جسم کے تمام حصوں میں پہنچ جاتا ہے جس طرح سے باغوں اور کھیتوں اور سارے مقامات میں نالیوں کے ذریعہ پانی پہنچایا جاتا ہے جہاں آبیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ تمام فضلات اور زہریلی اشیاء اُن اعضاء تک پہنچائے جاتے ہیں جو انھیں خارج کرنے کیلئے بنائے گئے ہیں۔ مثلاً پتہ، آنتیں، بغل اور رانوں کے پسینہ والے غدود

Marfat.com

وغیرہ۔صفرا پتہ میں جاتا ہے اور کچھ مادہ تلی میں اور رطوبت مثانہ میں چلی جاتی ہے۔

جسم کی ساخت میں جس ہنرمندی سے کام لیا گیا ہے ذرا اس پر بھی غور کیجئے۔ یہ تمام اعضاء کس عمدگی سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ کس طرح رگیں' آنتیں اور مثانہ وغیرہ منظم طریقے سے جسم کے فضلات اکٹھا کرتے ہیں تا کہ وہ پورے جسم میں پھیل کر بیماری اور کمزوری کا سبب نہ بن سکیں۔

حمد ہے اُس اللہ کی جس نے نادر منصوبہ اور نمونہ پر ان تمام اعضاء کی تخلیق کی ہے۔ بے شک اللہ ہی ساری تعریف کا حقدار ہے۔

انسانی جسم کی نشو ونما

میں نے کہا'' آقا براہ کرم! جسم کی تکمیل تک اُسکی تدریجی اور مرحلہ وار نشو ونما کی وضاحت فرمایئے۔

انھوں نے فرمایا اس نشو ونما کا پہلا مرحلہ رحم میں جنین کا وجود ہے جو نہ آنکھ سے نظر آ سکتا ہے اور نہ اُسے ہاتھ سے چھوا جا سکتا ہے۔ جسم کی تکمیل تک اسکی نشو ونما تیزی سے جاری رہتی ہے یہاں تک کہ اسکے تمام اعضاء یعنی دل' جگر' آنتیں' ہڈیاں' پٹھے' چربی' دماغ کے بند خون کی رگیں' کرکری ہڈیاں وغیرہ تفصیل کے ساتھ مکمل طور پر بن جاتے ہیں۔

پھر بچہ دنیا میں داخل ہوتا ہے اور آپ دیکھتے ہیں کہ خود بچہ اور اسکے اعضاء کس طرح تناسب سے بڑھتے رہتے ہیں لیکن اسکا ناک نقشہ کسی کمی بیشی کے بغیر یکساں رہتا ہے۔ اس عمل میں کوئی ایسی بے ربطی نہیں ہوتی کہ کہیں گوشت لگانے یا فالتو مادہ خارج کرنے کی ضرورت پڑے۔ مکمل ہونے تک جسم اپنی مربوط ہیئت برقرار رکھتے ہوئے بڑھتا رہتا ہے چاہے اسکی زندگی طویل ہو یا مختصر۔

آیا ایک علیم وبصیر کاریگر نے منصوبہ بندی اور فن کاری سے یہ نقشہ نہیں بنایا ہے؟

Marfat.com

جانوروں پر انسان کی فضیلت

جانوروں پر انسان کی برتری کے متعلق بھی ذرا غور کیجئے۔ انسان سیدھا کھڑا ہوتا ہے اور چار زانو بیٹھتا ہے تاکہ چیزوں کو اپنے ہاتھ سے پکڑ سکے انکو اپنے اعضاء سے حاصل کرے اور ایک لائحہ عمل کے مطابق کام کرے۔ اگر انسان بھی جانوروں کی طرح خمیدہ پشت ہوتا تو جو کام وہ اس وقت کر رہا ہے کبھی نہ کرسکتا۔

حواسِ خمسہ

اپنی بناوٹ اور استعداد میں انسان کی پانچ حسیں جانوروں سے خصوصی طور پر بہتر ہیں اور ان سے انسان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

سر میں آنکھیں اس طرح لگائی گئی ہیں جس طرح کھمبے میں چراغ لگایا جاتا ہے تاکہ ہر چیز صاف نظر آسکے۔ ان آنکھوں کو پیروں کے نچلے حصہ میں نہیں لگایا گیا ہے تاکہ کام کے وقت یا حرکت کرتے ہوئے انھیں زخم نہ لگے یا انکی کارکردگی متاثر نہ ہو۔ اگر ان کو جسم کے درمیانی حصہ مثلاً پیٹ یا پیٹھ یا سینے وغیرہ پر لگا دیا جاتا تو ان کو گھمانا یا فوراً مڑ کر کسی چیز کو دیکھنا مشکل ہو جاتا۔ موزونیت کے اعتبار سے دوسرے اعضاء کے مقابلہ میں ان حواس کے مقام کیلئے سر ہی بہترین مرکز ہے۔

حواس پانچ اقسام کے ہیں تاکہ وہ تمام اقسام کے محرکات پر ردِ عمل کرسکیں اور کسی محرک کو بغیر نشاندہی کیے نہ چھوڑیں۔

آنکھوں کی بناوٹ ایسی ہے تاکہ وہ رنگوں کے درمیان تفریق کرسکیں۔ بصری اہلیت کے بغیر رنگ بے معنی رہ جاتے کیونکہ یہ رنگ اشیاء میں تمیز کرنے اور آنکھوں کو تازگی پہنچانے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

آوازوں کی شناخت کیلئے سر میں دو کان لگائے گئے ہیں کیونکہ سمعی استعداد کے بغیر

Marfat.com

آوازیں بے معنی ہو جاتیں۔ دوسرے حواس بھی اسی طرح ہیں۔ چکھنے کی حس میں اگر استعداد نہ ہو تو تمام ذائقہ دار کھانا پھیکا معلوم ہوگا۔ چھونے کی حس کے بغیر گرمی، سردی، نرمی اور سختی کا کوئی وجود نہ ہوگا اور سونگھنے کی حس کے بغیر خوشبوئیں بے حقیقت ہو جائینگی۔

اسکے برعکس اگر رنگ موجود نہ ہوں تو آنکھیں بے اثر ہو جائینگی۔ آواز کے بغیر کانوں کا وجود غیر ضروری ہو جائیگا۔ لہٰذا اس امر پر بھی غور کیجئے کہ محسوس کرنے والے اعضاء اور احساس کے محرکات کے درمیان باہمی عمل کو کس طرح مقرر کیا گیا ہے۔ ہم آنکھوں کے ذریعہ سن نہیں سکتے اور کانوں سے رنگوں میں تمیز نہیں کر سکتے اور نہ ناک کے علاوہ بو باس کا احساس کر سکتے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس۔

محسوس کرنے والے اعضاء اور احساس کے محرکات کے درمیان رابطہ پیدا کرنے کیلئے ایک وسیلہ ہوتا ہے جس کے بغیر یہ اتصال قائم نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر جب تک روشنی کے ذریعہ رنگ کا انعکاس نہ ہو آنکھیں رنگ کو پہچان نہ سکیں گی اور جب تک آواز کی لہروں کو ہوا لے کر نہ آئیگی کان آواز کی پہچان نہیں کر سکیں گے۔

کیا یہ معاملہ اُس شخص سے مخفی رہ سکتا ہے جسے صحیح شعور عطا ہوا ہے اور جو اپنی عقل کو بجا طور پر استعمال کرتا ہے۔ اسے یقین ہونا چاہیے کہ محسوس کرنے والے اعضاء اور احساس کے محرکات کے درمیان ارتباط اور وسیلہ کے متعلق میں نے جو تفصیلات بیان کی ہیں یہ سارا عمل علیم و بصیر اللہ تعالیٰ کے منصوبے کے تحت چل رہا ہے۔

کیا ایسی موزونیت اور ایسی خوش اسلوبی خود بخود وجود میں آ سکتی ہیں؟ آیا فطرت بذاتِ خود یہ جانچ سکتی ہے کہ آنکھ یا کان کی بناوٹ کیسی ہوگی اور انکے فرائض کیا ہونگے اور اپنے فرائض انجام دینے میں کون سا وسیلہ موزوں ہوگا؟ جب تک قادر مطلق اپنے کامل علم اور بصیرت سے منصوبہ بندی نہ کرے تو کیا یہ بے حس فطرت یہ کام انجام دے سکتی ہے؟

ذرا اس شخص کے بارے میں غور کیجئے جو اپنی بینائی کھو چکا ہے اور روزمرہ کے کاموں

Marfat.com

میں دشواری محسوس کرتا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں دیکھ سکتا کہ اسکا قدم نیچی جگہ پر پڑ رہا ہے یا اونچی جگہ پر۔ وہ نہ آگے دیکھ سکتا ہے اور نہ رنگوں کی پہچان کر سکتا ہے اور نہ ہی ایک خوبصورت یا نامحرم چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ وہ اپنے ہتھیار بند دشمن کو بھی نہیں پہچان سکتا اور نہ گوٹا کناری یا زیور بنانے کا کام کر سکتا ہے۔ یہ تو اسکا دماغ ہے جو اسے چلنا' کھانا اور دوسرے کام کرنا سمجھاتا ہے ورنہ اسکے بغیر وہ ایک افتادہ پتھر سے کچھ ہی بہتر ہوتا۔

یہی حالت اُس شخص کی بھی ہوگی جو سماعت سے محروم ہے۔ اُسے بھی متعدد تکلیفوں کا سامنا ہوگا۔ اسے لوگوں سے گفتگو کرنے میں کوئی مزہ نہیں آئیگا اور نہ اسے پُر لطف یا ناپسندیدہ آوازیں سنائی دیں گی۔ لوگوں کو اس سے بات کرنے میں دشواری محسوس ہوگی اور وہ خود بھی رنجیدہ خاطر ہوگا۔ اگرچہ وہ زندہ ہے لیکن گفت وشنید کی حد تک ایک مردہ شخص ہے۔ اگرچہ وہ موجود ہے مگر حالات سے بے خبر ایک دور افتادہ شخص ہے۔

عقل سے محروم شخص جانوروں سے بھی بدتر ہوتا ہے کیونکہ جانور بھی مظاہر قدرت کو پہچانتے ہیں جن سے وہ شخص بے خبر رہتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انسان کی تکمیل کیلئے ساری ضروری چیزیں یعنی اعضاء' ترتیب' عقل وغیرہ مہیا کی گئی ہے جن کے بغیر انسان سنگین حالات سے دوچار رہتا۔ آیا یہ ساری چیزیں تناسب' اختیار اور علم کے بغیر ہی پیدا ہوئی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلاشبہ یہ سب قادر مطلق نمونہ ساز کے معینہ نمونہ اور منصوبہ کے تحت وجود میں آئے ہیں۔

میں نے سوال کیا: ''آقا! ایسا کیوں ہوتا ہے کہ بعض لوگ ان اعضاء اور اس نظام سے محروم ہو کر ان تکالیف کا شکار ہوتے ہیں جن کی آپ نے وضاحت کی ہے؟

انھوں نے کہا کہ یہ اُس محروم شخص اور دوسرے افراد کی سرزنش کیلئے ہوتا ہے۔ بادشاہ اپنی رعایا کی سرزنش انہی طریقوں سے کرتے ہیں اور اس طرح کی سرزنش کا برا نہیں منایا جاتا بلکہ اسکو حکمت عملی سمجھا جاتا ہے اور اسکی تعریف کی جاتی ہے۔

جو لوگ اس اذیت میں مبتلا ہیں انھیں موت کے بعد اس فیاضی سے جزا ملے گی کہ

Marfat.com

انھیں زندگی کی تکلیفیں ہیچ نظر آئنگی بشرطیکہ وہ اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہتے ہوں اور انکا رخ اللہ ہی کی جانب رہا ہو۔ یہاں تک کہ اگر انھیں اپنی پچھلی تکلیفوں میں واپس جانے کا اختیار دیا جائے تو وہ اعلیٰ جزاؤں کی خواہش میں ایسے موقع کا خیر مقدم کریں گے۔

جوڑی اور اکائی کی ترتیبیں

اعضاء کی خلقت پر اور جوڑوں اور اکائیوں کے نظام پر اور انکی ہنر مندی اور تناسب پر بھی غور کیجئے۔ صرف سَر ہی پر غور کیجئے جس کو بطور اکائی خلق کیا گیا ہے اور یہ مناسب خیال نہیں کیا گیا کہ اسے ایک سے زیادہ اکائی پر خلق کیا جائے۔ دوسرا سر محض ایک غیر ضروری اور اضافی وزن ہی رہتا کیونکہ انسان کی ضرورت کے تمام احساسات ایک سر ہی میں موجود ہوتے ہیں۔ ہم پایہ سروں کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان کے دو حصے ہیں۔ لہٰذا اگر وہ گفتگو کیلئے ایک سر استعمال کر رہا ہے تو دوسرا سر فالتو ہو جائیگا۔ بات چیت کرنے کیلئے دو سروں کا استعمال نہ صرف بے معنی ہوگا بلکہ اس طرح سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکے گا۔

اگر ایک شخص دو ہاتھوں کے بجائے صرف ایک ہاتھ لے کر پیدا ہو تو اسے اپنا کام کرنے میں بہت تکلیف محسوس ہوگی۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر کسی راج یا ترکان کا ایک ہاتھ مفلوج ہو جائے تو کیا وہ اپنا پیشہ جاری رکھ سکتا ہے؟ اگر وہ ایک ہاتھ ہی سے اپنا کام کرنے کی کوشش کریگا تو وہ اتنی مشاقی اور کاریگری سے کام نہیں کر سکے گا جتنا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے کر سکتا ہے۔

آواز

انسان کی آواز اور اسکی گفتگو پر اور ان سے متعلق اعضاء پر بھی ذرا غور کیجئے۔ نلکی جیسا نرخرہ جو آواز پیدا کرتا ہے اور زبان، ہونٹ اور دانت آواز کو حروف اور الفاظ میں ڈھال دیتے ہیں۔

Marfat.com

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جس شخص کے دانت نہیں ہوتے وہ الفاظ کی صحیح طور پر ادائیگی نہیں کرسکتا ہے۔ جس شخص کے ہونٹ کاٹ دیے جاتے ہیں وہ ''ف'' کی آواز نہیں نکال سکتا اور اسی طرح موٹی زبان والا ''ز'' نہیں بول سکتا۔ آواز کو حروف اور الفاظ میں ڈھالنے والے ہونٹوں اور دانتوں کی مثال ان انگلیوں جیسی ہے جو بانسری پر لگے سوراخوں پر حرکت کر کے موسیقی پیدا کرتی ہیں۔

گویائی کے اعضاء کی یہاں جو لفظی تصویر کشی کی گئی ہے وہ الفاظ کی صحیح ادائیگی کیلئے کافی ہے۔ تاہم ان اعضاء کے دوسرے فرائض بھی ہیں۔ مثلاً نرخرہ کی ساخت ایسی ہے کہ وہ قلب میں خون کی ترسیل کیلئے پھیپھڑوں میں تازہ ہوا داخل کرتا رہتا ہے اور اگر وہ اس کام میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر کر کے تو موت واقع ہو سکتی ہے۔

زبان اور ہونٹ

زبان کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ وہ کھانوں کے مختلف ذائقوں کے درمیان تمیز کر سکے مثلاً میٹھے اور کھٹے کے درمیان' خالص کھٹائی اور شیریں کھٹائی اور نمکین اور شیریں کے درمیان۔ پانی اور غذا کا لطف محسوس کرنے میں بھی زبان مدد دیتی ہے۔ دانت غذا کو چبا کر نرم کرتے ہیں تا کہ اسے ہضم کرنا آسان ہو جائے۔ حلق کی جانب ہونٹوں کی کشش کو بھی دانت روکتے ہیں۔ جس شخص کے دانت نہیں ہوتے اسکے ہونٹ ڈھیلے ڈھالے رہتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق ہونٹ پانی کو تھوڑا تھوڑا منہ میں داخل کرتے ہیں ورنہ پانی لگاتار جا کر دم گھونٹ دیتا یا پیٹ میں سوزش پیدا کر دیتا۔ علاوہ ازیں ہونٹ منہ بند رکھنے کیلئے' دروازے کا کام بھی دیتے ہیں۔

ہم نے ان اعضاء کے گوناگوں فرائض اور ان سے پہنچنے والے فوائد کی وضاحت کی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ ایک عضو کس طرح مختلف کاموں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک ترکھان کلہاڑی کو اپنے پیشہ میں استعمال کرنے کے علاوہ اس سے زمین بھی کھود سکتا ہے اور

Marfat.com

دیگر مقاصد میں بھی استعمال کرسکتا ہے۔

حفاظتی نظام

اگر آپ دماغ پر نظر ڈالیں تو آپ دیکھیں گے وہ اوپر تلے جھلیوں سے لپٹا ہوا ہے تا کہ زخم لگنے یا حرکت سے محفوظ رہ سکے۔ کھوپڑی ایک خود کی طرح اسکی حفاظت کرتی ہے تا کہ وہ سر پر چوٹ لگنے سے پاش پاش نہ ہو۔ کھوپڑی کو بالوں سے ڈھانکا گیا ہے تا کہ دماغ گرمی اور سردی سے محفوظ رہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے جو دماغ کیلئے اس طرح کا تحفظ فراہم کر سکے جو دماغ کو احساس اور ادراک کا منبع بنائے اور جسم کے دوسرے اعضاء کے مقابلہ میں اسکی حفاظت کا ایسا غیر معمولی انتظام کرے۔

ذرا پپوٹے پر بھی غور کیجئے کہ اُسے کس طرح آنکھوں کا پردہ بنایا گیا ہے۔ جو پلکوں کے تاروں سے اٹھتا اور گرتا ہے۔ یہ بھی دیکھئے کہ آنکھ کے ڈھیلے کو کس طرح جوف میں رکھا گیا ہے اور اس پر پردہ اور بالوں کا سایہ ڈالا گیا ہے۔

کس نے دل کو سینے کے اندر چھپایا ہے اور اس کو ایک پردے سے ڈھانپا ہے جس کو آپ جھلی کہتے ہیں؟ کس نے پسلیوں کے ذریعہ اس کی حفاظت کی ہے اور پٹھوں اور گوشت کو آپس میں ملا کر انکی ترتیب اس طرح کی ہے کہ کوئی چیز دل تک جا کر اسے گزند نہ پہنچا سکے؟ کس نے حلق میں دو سوراخ لگائے ہیں تا کہ ایک سے جو پھیپھڑوں کے قریب ہے آواز پیدا ہو اور دوسرے سے غذا معدہ میں پہنچے۔ اور کس نے نرخرہ کی جانب جانے والے سوراخ پر کوا لگایا ہے تا کہ غذا یا پانی پھیپھڑوں میں نہ جا سکے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو موت واقع ہو جاتی۔ کس نے پھیپھڑوں کو اس کام پر لگایا ہے کہ وہ بلا آرام دل کو پیہم ہوا پہنچاتے رہیں تا کہ دل کے قریب سے وہ زہریلے مادے دفع ہو جائیں جو اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

Marfat.com

بول و براز کو روکے رکھنے کیلئے تھیلی کی ڈوری جیسا عاصر عضلہ کس نے بنایا ہے جو ضرورت کے وقت کھلتا اور بند ہوتا ہے تا کہ یہ فضلات ہر وقت ٹپکتے ہوئے وبال جان نہ بن جائیں۔

اسی طرح کچھ معاملات ایسے بھی ہیں جن کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے لیکن جن معاملات کا علم انسان کو نہیں ہوتا وہ انسان کی دسترس سے باہر ہیں۔

ثقیل غذا ہضم کرنے کیلئے پیٹ کے پٹھوں میں کس نے ایسی لچک پیدا کی ہے؟ کس نے جگر کو ایسا نرم و نازک بنایا ہے کہ وہ پاک وصاف غذائیت قبول کرے اور معدہ سے بہتر طریقہ پر اپنا کام کر سکے؟ آیا یہ سارے کام قادرِ مطلق کے سواء کوئی اور کر سکتا تھا؟ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ یہ تمام کام ایک ساکت فطرت کر سکتی ہے؟ یقیناً نہیں۔ یہ ساری منصوبہ بندی قادر مطلق کی ہے جو مکمل علم رکھتا ہے اور تخلیق سے پہلے ہی قدرت کاملہ کا مختار ہے۔

ذرا سوچیئے کہ نرم گودے کو کس طرح حفاظت سے ہڈیوں کی نالیوں میں رکھا گیا ہے تا کہ وہ سورج کی تمازت سے پگھل کر ضائع نہ ہو جائے یا سردی اسے جما نہ دے اور زندگی تلف نہ ہو جائے۔ ہڈی کا گودا ایک اہم جز ہے جو جسم کو ضروری توانائی پہنچاتا ہے۔

اور خون کی گردش کیوں خون کی رگوں تک محدود رہتی ہے؟ یہ اس لئے ہوتا ہے۔ تا کہ خون جسم کے اندر ہی کام کرتا رہے اور باہر نہ نکل جائے۔ انگلیوں پر ناخون اس لئے لگے ہوئے ہیں تا کہ انھیں چوٹ لگنے سے بچائیں اور انکی بہتر کارگردی میں مدد دیں۔ ناخونوں کے بغیر صرف گوشت کے ذریعہ انسان کوئی چیز چٹکی سے نہیں اٹھا سکتا یا لکھنے کیلئے قلم استعمال کر سکتا ہے اور نہ سوئی میں دھاگہ پرو سکتا ہے۔

کان کو ایک قید خانہ کی طرح پیچیدہ کیوں بنایا گیا سوائے اس لئے کہ پہچان کیلئے آوازیں کان تک جا سکیں اور پردے کو ہوا کے دباؤ سے نقصان نہ پہنچے۔

انسان کی رانوں اور سرین پر گوشت کیوں چڑھایا گیا ہے تا کہ بیٹھتے وقت اسے فرش کی

[illegible]

Marfat.com

سختی سے تکلیف نہ پہنچے۔ یہ معاملہ ایسے شخص کے ساتھ ہو سکتا ہے جو دبلا اور کمزور ہو اور اسکے آرام کیلئے فرش پر گدا بچھایا جائے۔

کس نے نسل انسانی کو مرد اور عورت کی شکل میں تخلیق کیا ہے؟ وہ اللہ ہی ہے جس نے دو جنسوں کے اتصال سے نسل کو پھلنے پھولنے یا دو جنسوں کے فرق سے اپنی عددی قوت برقرار رکھنے کا طریقہ سکھایا ہے۔

اور کس نے انسان کو اپنی پود کا مورث بنایا ہے۔ یقیناً وہ اللہ ہی ہے جس نے انسان کے دل میں امید کی شمع روشن کی ہے۔ اگر اسکے دل میں نسل بڑھانے کی خواہش نہ ہوتی تو باہمی اتصال کا شوق کیسے پیدا ہو سکتا تھا۔ ایسی جاندار مخلوق پر بھی نظر ڈالیئے جن کی پیدائش کا انحصار اتصال اور جنسی تعلق پر نہیں ہے بلکہ مادا کی مختلف مرحلوں میں نشو و نما انکی پیدائش کا ذریعہ ہے۔ ایسی مخلوق میں نر و مادا میں کوئی تفریق نہیں ہوتی۔ مثلاً کیا کوئی شخص زنبور کے نر اور مادا کے درمیان تمیز کر سکتا ہے؟

اور کس نے انسان کو عمل کیلئے اعضاء عطا کیئے ہیں؟ یقیناً اللہ ہی ہے جس نے انسان کو کارکن بنایا ہے۔ اور کس نے انسان کو کارکن بنایا ہے؟ یقیناً اللہ ہی ہے جس نے انسان کو حاجت مند بنایا ہے کیونکہ اگر حاجت براری نہ ہوتی تو انسان کام ہی نہ کرتا۔ اگر اسے اپنی بھوک مٹانی نہ ہوتی تو اسے محنت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ وہ کاروبار اور صنعت و [illegible]ت میں مشغول کیوں ہو جاتا؟ اگر اسے گرمی اور سردی سے اپنے بدن کو محفوظ کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تو وہ سینا پرونا' سوئی بنانا' روئی کاتنا' سوت بنانا' کپڑا بنانا' کپاس اگانا وغیرہ جیسے کام کیوں کرتا۔ اور اس سارے عمل کے بغیر حرکت دینے والے اعضاء اور انگلیوں کا مصرف کیا ہوتا؟ اور کس نے انسان کو حاجت مند بنایا ہے؟ بیشک اللہ ہی ہے جس نے انسان کیلئے حاجت کے اسباب پیدا کئے ہیں۔ یقیناً وہ اللہ ہی ہے جس نے ضرورتیں پوری کرنے کی ذمہ داری خود لی ہے۔

کس نے انسان کو عقل عطا کی ہے؟ یقیناً وہ اللہ ہی ہے جس نے انسان کیلئے جزا اور

Marfat.com

سزا کو لازمی قرار دیا ہے۔ اگر انسان جزا اور سزا کا جوابدہ نہ ہوتا تو اسے عقل کی ضرورت ہی نہ ہوئی۔ خالقِ اعلیٰ نے جزا اور سزا کو انسان کیلئے لازم قرار دے کر اسے عقل اس لئے عطا کی ہے تا کہ وہ اچھے اور برے کی پہچان کر سکے اور اس طرح نیک کام کی جزا اور برے کام کی سزا کا مستحق بن سکے۔ چونکہ جانوروں پر جزا اور سزا کا اطلاق نہیں ہوتا اس لئے انھیں اچھے اور برے کی تمیز نہیں ہوتی اور نہ وہ حرام اور حلال اور نہ غلط اور درست عمل کے درمیان تفریق کر سکتے ہیں۔ انکو اپنی نسل یا یا انفرادی بقا کیلئے جن اسباب کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان کو بخوبی پہچانتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک چڑیا یہ بات خوب جانتی ہے کہ عقاب ایک شکاری پرندہ ہے لہٰذا اسے دیکھتے ہی وہ فوراً رفو چکر ہو جاتی۔ اسی طرح ایک ہرن کو بھی یہ معلوم ہے کہ شیر اسے پھاڑ کھائیگا اس لئے شیر کو دور سے دیکھتے ہی اپنی جان بچا کر بھاگ جاتا ہے۔

کس نے انسان کو ادراک اور تدبیر کی صلاحیت عطا کی ہے؟ بیشک اللہ ہی نے اسے توانائی بخشی ہے اور انسان کو توانائی کیوں بخشی گئی ہے؟ یقیناً وہ اللہ ہی ہے جس نے انسان کو اپنے طرزِ عمل کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ ذمہ داریوں کے سلسلے میں جب انسان کے سارے منصوبے ناکام ہو جاتے ہیں تو کون ہے جو اسکی مدد کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ اللہ ہی ہے جو ہماری ارفع شکر گزاریوں کا مستحق ہے۔

میں نے جو وضاحت کی ہے اس پر بھی غور کیجئے۔ آیا منصوبہ بندی کے بغیر اس طرح کا قرینہ اور قاعدہ ہو سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ یہ لوگ جو کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔

فرض کیجئے کہ آپکو دروازے کے ایک پٹ پر چٹخنی لگی ہوئی ملے۔ کیا آپ یہ سوچ سکتے ہیں کہ یہ چٹخنی بغیر کسی مقصد کے لگائی گئی ہے؟ لازماً آپ یہی نتیجہ اخذ کریں گے کہ اسے دروازے کے دوسرے پٹ سے جوڑنے کے لئے ہی لگایا گیا ہے۔ اسی طرح آپکو یہ علم بھی ہو جائیگا کہ ایک منفرد مرد بھی اس جوڑے کا حصہ ہے جسکا دوسرا حصہ منفرد عورت ہے اور دونوں کے اتصال پر نسل

Marfat.com

کی بقا کا انحصار ہے۔

اللہ اُن لوگوں کو برباد کرے جو فلسفی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر تخلیق کے عجائبات پر غور کرنے میں وہ اسقدر اندھے ہو جاتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق میں قادر مطلق کے نمونے اور ماہر منصوبہ بند کی مشیعت کا انکار کرنے لگتے ہیں۔

ذرا اللہ کی اس عظیم نعمت کی طرف بھی اپنی نظریں ڈالیں کہ جب آپ کھانا کھا لیتے ہیں اور پانی پی لیتے ہیں تو وہ آپکو ایک تکلیف سے کس طرح نجات دلاتا ہے۔ ایک گھر کی تعمیر میں کیا یہ نقشہ کی خوبی نہیں کہ بیت الخلاء گھر کے ایک الگ حصہ میں بنایا جائے؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان کا فضلہ خارج ہونے کا سوراخ ایک مخفی مقام پر بنایا ہے۔ یہ نہ تو کھلی جگہ پر ہے اور نہ نمایاں ہے۔ بلکہ جہاں رانوں اور پٹھوں کے گوشت ملتے ہیں وہاں اس سوراخ کو چھپا دیا گیا ہے۔ جب انسان کو تقاضائے فطرت محسوس ہوتا ہے تو وہ ایک خاص انداز میں بیٹھ جاتا ہے تب ہی اس سوراخ سے فضلہ خارج ہوتا ہے۔

انسان کے منہ میں دانتوں کی ترتیب پر ذرا غور کیجئے۔ بعض دانت نوکیلے اور تیز ہوتے ہیں جو غذا کو چیرتے اور پھاڑتے ہیں۔ دوسرے چپٹے ہیں جو غذا کو چباتے اور پیستے ہیں۔ چونکہ دونوں طرح کے دانتوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے انسان کو حسب حال دانت عطا ہوئے ہیں۔

بال اور ناخن

ذرا اس پر بھی غور کیجئے اور اس میں پوشیدہ تدبیر کی تعریف کیجئے کہ یہ بات کیوں مناسب ہے کہ بالوں کو کاٹا جائے اور ناخون تراشے جائیں۔ چونکہ یہ دونوں بڑھتے رہتے ہیں اس لئے ان کو تراشنا ضروری ہوتا ہے۔ اُن میں کسی قسم کا احساس نہیں ہوتا ہے لہٰذا ان کو کاٹنے سے انسان کو درد نہیں محسوس ہوتا۔ اگر انکے تراشنے سے درد محسوس ہوتا تو انھیں حد سے زیادہ بڑھنے کیلئے

Marfat.com

چھوڑ دیا جاتا اور وہ تکلیف کا سبب بن جاتے۔

میں نے پوچھا! آقا ان کو اس طرح کیوں بنایا گیا ہے کہ جب وہ حد سے زیادہ بڑھیں تو ان کا تراشنا ضروری ہو جائے؟

انھوں نے کہا "بیشک اس کی مخلوق پر بے شمار نعمتیں ایسی ہیں جن کا علم ان کو نہیں ہے اور اگر انھیں علم ہو جائے تو وہ شکر گزار ہونگے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مساموں سے نکلنے والے بالوں سے جسم کو تکلیفوں اور بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔ ناخونوں کے ذریعہ انگلیوں کو تکلیف سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا چاہیے کہ ہر ہفتے ناخون تراشے جائیں، سر مونڈا جائے اور فالتو بال کاٹے جائیں تا کہ یہ ناخون اور بال تیزی سے بڑھ کر بیماریوں اور تکلیفوں کو دور کریں۔ ورنہ یہ خرابیاں جسم میں محدود رہ کر تکلیف اور بیماری کا پیش خیمہ بنیں گی۔

بالوں کو اجازت نہیں کہ وہ جسم کے اُن حصوں پر اگیں جہاں وہ انسان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر آنکھوں کے اندر بال اگنے لگیں تو انسان اندھا ہو جائیگا۔ اگر منہ کے اندر بال اُگتے تو کیا پانی اور غذا میں رکاوٹ پیدا نہ ہوتی؟ اگر یہ بال ہتھیلیوں پر اُگتے تو کیا چھونے کی حس ناقص نہ ہو جاتی اور اسکے نتیجے میں بہت سے فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ آ جاتی؟

جسم کے بعض حصوں کو بے بال رکھنے میں عظیم تدبیر پوشیدہ ہے۔ کیا فطرت کو اس طرح کی باریکیوں کا شعور ہے یا اس طرح کے خوش اسلوب منصوبوں کو کیا فطرت سے منسوب کیا جا سکتا ہے؟ افسوس ہے ان دھریوں پر اور انکے کند ذہنوں پر۔

اسی طرح اُن جانوروں کو بھی خطا اور تکلیف سے نجات دی گئی ہے جن کی ولادت کا انحصار مباشرت پر ہوتا ہے۔ سوائے چند حصوں کے انکے پورے جسم بالوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ ذرا اس پر بھی غور کیجیے کہ انھیں کس طرح مفید اشیاء کی شناخت عطا ہوئی ہے۔

جب مانی کے پیرو اور اُن جیسے افراد با مقصد تخلیق پر اعتراض کرنے کی کوشش کرتے

Marfat.com

ہیں تو انھیں زیرِ ناف اور بغل کے بالوں کی روئیدگی میں خامی نظر آتی ہے۔ انکی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ان حصوں میں رطوبت رہتی ہے۔ وہاں بال اسی طرح اگتے ہیں جس طرح کھڑے پانی میں گھاس اگتی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ بعض اعضاء ایسے بنائے گئے ہیں جو فضلات کو جمع کر کے روکے رکھتے ہیں؟

اس میں ایک یہ تدبیر بھی پوشیدہ ہے کہ جسم کے معاملہ میں انسان کو ایک اور تکلیف اٹھانی پڑتی ہے یعنی وہ اپنے جسم کی صفائی اور اپنے بالوں کی کانٹ چھانٹ میں مصروف رہ کر لالچ، ظلم، تکبر، بے باکی جیسے اعمال سے بچا رہتا ہے اور اس کو ایسے برے حرکات کرنے کا موقع نہیں ملتا ہے۔

لعابِ دہن

منہ میں لعاب کی موجودگی پر ذرا غور کیجئے اور اس میں پوشیدہ دانشمندی کو دیکھیئے۔ اسکی ترکیب اس طرح کی ہے کہ لعاب کی روانی مستقل جاری رہے تاکہ حلق اور تالو ہمیشہ گیلے رہ سکیں اور ان میں خشکی پیدا نہ ہو سکے جو موت کا باعث بن سکتی ہے۔ لعاب کے بغیر نہ تو غذا چبائی جا سکتی اور نہ غذا نگلی جا سکتی ہے۔ یہ سارا عمل واضح ہے اور مشاہدہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور یہ بھی جان لیجئے کہ یہ مائع غذا سے حاصل ہوتا ہے اور معدے میں جا کر پتے کے عمل میں مدد دیتا ہے۔

پیٹ کا غلاف

بعض نادان بحث کرنے والے اور فلسفہ کے کم عقل مدعی اپنی خام خیالی اور غلط شعور سے کہتے ہیں "بہتر تو یہ ہوتا کہ انسان کا پیٹ ایک کوٹ کی مانند ہوتا جس کو ایک ڈاکٹر ضرورت کے وقت کھول کر اسکے اجزاء کا مطالعہ کر سکتا اور اندر ہاتھ ڈال کر مرض کی تشخیص کر سکتا تھا نہ کہ اُس کی اس طرح قلعہ بندی کر دی گئی ہے کہ اب پیٹ آنکھوں اور ہاتھوں کی پہنچ سے باہر ہو گیا ہے۔ اب

Marfat.com

تو باطنی عارضوں کا اندازہ پیشاب، نبض وغیرہ کی لطیف علامتوں سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔ تاہم ان علامتوں میں بھی غلطی اور شک کی اس قدر گنجائش ہوتی ہے کہ نبض یا پیشاب کے غلط طبی معائنہ سے موت واقع ہو سکتی ہے۔

فلسفہ اور مذاکرہ کے مدعیوں کو اگر صحیح علم حاصل ہوتا تو وہ کبھی ایسی بات نہ کہتے کیونکہ اگر اُن کے مشورے پر عمل کیا جائے تو انسان کے دل سے بیماری اور موت کا خوف بالکل ہی نکل جائیگا اور وہ اپنی ابدی زندگی اور تندرستی کے خیال میں دیوانہ ہو کر خودسر اور مغرور ہو جائیگا۔ کھلے پیٹ سے مسلسل رطوبت ٹپکتی رہتی جس کی وجہ سے نشست، بستر اور کپڑے خراب ہو جاتے اور اس طرح زندگی اجیرن ہو جاتی۔

حرارتِ غریزی کی وجہ سے معدہ، جگر اور دل ٹھیک طور پر کام کرتے رہتے ہیں لیکن اگر علاج کی خاطر آنکھ اور ہاتھ کی پہنچ کیلئے پیٹ کھول دیا جائے تو باہر کی ہوا سے مذکورہ اعضاء کے فعل میں خلل پڑ جاتا اور موت واقع ہو جاتی۔

کیا آپ نہیں سمجھتے کہ تخلیق اور ساخت کی حقیقی نوعیت کے بارے میں یہ سارے مفروضات بعید از قیاس اور احمقانہ ہیں؟

ترغیبات

انسان کو دی گئیں عطیات یعنی غذا، آرام اور جنسی اتصال پر اور ان میں پوشیدہ تدابیر پر بھی ذرا غور کیجئے۔ ان میں سے ہر خواہش کسی ترغیب کے ذریعہ ابھرتی ہے اور اسکے حصول کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ بھوک کا تقاضا غذا ہے جو جسم اور اسکے اجزاء کو زندگی اور توانائی فراہم کرتی ہے۔ نیند کا تقاضا آرام ہے تاکہ تھکن سے نجات حاصل کر کے جسم اپنی توانائی بحال کر سکے۔

اگر ایک باطنی ترغیب کے بغیر انسان صرف اپنے جسم کی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے کھانا کھائے تو اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ تھکاوٹ یا کسی دباؤ کے زیر اثر کھانے میں سستی

Marfat.com

کرنے لگے اور اس طرح اس کا جسم کمزور ہو کر موت کے منہ میں پہنچ جائے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص صحت سدھار دوائیں کھانا ترک کر دے جسکی وجہ سے اسکی موت واقع ہو جائے۔

اگر کوئی شخص اپنے جسم کو آرام دینے اور اپنے اعضاء سے تھکن دور کرنے کیلئے محض سستی سے سونا ملتوی کرتا رہے تو اسکا جسم لاغر اور کمزور ہوتا جائیگا۔ اگر جنسی اتصال صرف ولادت کیلئے ہوتا تو بعید نہیں تھا کہ انسان ڈھیلا پڑ جاتا جس کے نتیجے میں آبادی کم ہوتی ہوئی ختم ہو جاتی کیونکہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو آل اولاد کی نہ خواہش ہے اور نہ ضرورت۔

ذرا یہ بھی دیکھئے کہ انسان کی صحت اور اصلاح کے عمل کی مدد کیلئے انسان کی فطرت میں ایک مستقل ترغیب کس طرح ودیعت کر دی گئی ہے۔

جسمانی صلاحتیں

آپکو معلوم ہونا چاہیئے کہ جسمانی صلاحتیں چار ہوتی ہیں:

۱۔ وابستگی کی صلاحیت۔ یہ غذا قبول کر کے اسے معدہ کے اندر دھکیل دیتی ہے۔

۲۔ بندش کی صلاحیت۔ یہ غذا کو روکے رکھتی ہے تا کہ اس پر فطری عمل ہوتا رہے۔

۳۔ تحلیلی صلاحیت۔ یہ غذا کا نچوڑ نکال کر اُسے جسم میں تقسیم کرنے کا عمل کرتی ہے۔

۴۔ اخراجی صلاحیت۔ جب تحلیلی صلاحیت کا عمل مکمل ہو جاتا ہے تو یہ فضلات کو خارج کر دیتی ہے۔

جسم میں ان چاروں صلاحیتوں کی مناسبت پر بھی ذرا غور کیجئے۔ قادر مطلق کے منصوبے کے تحت جسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے ان صلاحیتوں کی ترتیب کی گئی ہے۔

وابستگی کی صلاحیت کے بغیر انسان کس طرح غذا حاصل کرنے کی کوشش کرتا جو اسکے جسم کی پرورش کیلئے لازمی ہے؟

بندش کی صلاحیت کے بغیر غذا ہضم ہونے تک کس طرح معدہ میں برقرار رہ سکتی ہے؟

Marfat.com

تحلیلی صلاحیت کے بغیر کس طرح غذا کا نچوڑ حاصل ہوتا اور بغیر کسی خلل کے جسم کو فراہم کیا جاتا؟

اور اخراجی صلاحیت کے بغیر معدہ سے نکلے ہوئے فضلات کس طرح باقاعدگی سے خارج ہوتے؟

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جلیل القدر اللہ تعالیٰ نے مکمل مہارت اور اعلیٰ عزم سے جسم کی صحت کیلئے یہ صلاحتیں عطا کی ہیں؟

اس امر کو ایک مثال کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ تصور کیجئے کہ یہ جسم ایک شاہی محل ہے جس میں ملازمین اور ماتحتین سکونت پذیر ہیں۔ محل کا انتظام ملازمین کے حوالے ہے۔ انمیں سے ایک کو ماتحتین کیلئے اشیاءِ خوردنی فراہم کرنے کا کام سپرد کیا گیا ہے۔ دوسرے کا کام یہ ہے کہ وہ اشیاءِ خوردنی احتیاط سے رکھے تاکہ وقت آنے پر انھیں خوراک میں تبدیل کیا جاسکے۔ تیسرے کا کام کھانا تیار کر کے تقسیم کرنا ہے۔ چوتھا ملازم باقی ماندہ فضلہ باہر پھینک دیتا ہے۔

محل کا بادشاہ خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہے جو ساری کائنات کا مالک ہے۔ یہ محل انسان کا جسم اور ماتحتین جسم کے اعضاء ہیں جبکہ چار صلاحتیں ملازمین ہیں۔

شاید آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ جن چار صلاحیتوں اور انکے افعال کی میں نے جو وضاحت کی ہے وہ فالتو اور غیر ضروری ہے۔ تاہم میری وضاحت معالجوں کی دی ہوئی کتابوں کی طرز پر نہیں ہے اور نہ ہی میری گفتگو کا مدعا ان کے اقوال کے مطابق ہے۔ ان لوگوں نے چار صلاحیتوں کا ذکر اس بنیاد پر کیا ہے کہ انکی ضرورت علاج کے سلسلہ میں پیش آتی ہے۔ ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ ایمان کی تقویت اور سرکش ذہنوں کے اصلاح کیلئے ان کا ذکر کرنا ضروری ہے جس طرح میں نے اپنی تفصیلی وضاحت میں اور مثالوں کے ذریعہ تخلیق کُل کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

نفسیاتی صلاحیتیں

اُن صلاحیتوں پر بھی غور کیجئے جو انسان کے نفس میں ودیعت کی گئی ہیں اور کس طرح غور و فکر، وہم، استدلال، حافظہ وغیرہ کی موقع بہ موقع ترتیب دی گئی ہے۔ اس شخص کی کیفیت کیا ہوگی جس کا حافظہ سلب کر لیا گیا ہو اور اسکی زندگی کے معمولات مثلاً معاشی امور اور اسکے کاروبار میں کسقدر انتشار پیدا ہو جائیگا۔ اُسے یہ بھی یاد نہیں رہیگا کہ اسے دوسرے لوگوں نے کیا دینا ہے اور اس نے دوسروں کو کیا ادا کرنا ہے۔ اس نے کیا معاملات طے کیئے ہیں، اس نے کیا سنا ہے اور کیا کہا ہے۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہیگا کہ اسکے ساتھ کس نے بھلائی کی ہے اور کون سا آدمی موذی ہے۔ کس نے اس کو فائدہ پہنچایا ہے اور کس نے نقصان۔ اسے وہ راستہ بھی یاد نہیں رہے گا جس پر وہ لاتعداد مرتبہ چل چکا ہے۔ اگر وہ ساری زندگی کسی شعبہ کا علم سیکھتا رہے تب بھی اسے کچھ یاد نہیں رہیگا اور نہ ہی وہ کسی نظریہ یا عقیدہ پر قائم رہ سکتا ہے اور نہ مثال کے ذریعہ وہ کسی ایک چیز کا مقابلہ دوسری چیز سے کر سکتا ہے۔ درحقیقت وہ نوع انسانی کی حدوں سے کُلی طور پر نکل چکا ہوگا۔ ذرا دیکھئے تو کہ یہ صلاحتیں انسان کیلئے کتنی فائدہ مند ہیں۔ دوسروں کو چھوڑ کر صرف اسی صلاحیت پر غور کیجئے اور ہماری زندگی میں اسکے مقام کو پہنچانیئے۔

حافظہ سے زیادہ عظیم نعمت نسیان ہے جس کے بغیر انسان کو تکلیف سے تسکین نہیں مل سکتی اور نہ وہ مایوسی سے چھٹکارا پا سکتا ہے اور نہ عناد سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اپنی مصیبتوں کی مسلسل یادوں سے وہ دنیا کی خوشگوار چیزوں کا لطف بھی نہیں اُٹھا سکتا اور نہ حاسدوں کے حسد کی یاد دل سے نکال سکتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انسان میں حافظہ اور نسیان کی متضاد صلاحیتیں تخلیق کی گئی ہیں اور ان کا ایک خاص مقصد متعین کیا گیا ہے؟

اور وہ لوگ مثلاً مانی کے پیرو جو پوری کائنات کے دو مدِ مقابل خالقوں کا عقیدہ رکھتے ہیں ان سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ یہ کہیں کہ یہی دو مدِ مقابل ہستیاں ہی ان دو مختلف صلاحیتوں کے بھی خالق ہیں کیونکہ ان دو متضاد صلاحیتوں میں انسان کیلئے کثیر فائدے مضمر ہیں۔

Marfat.com

ذرا اس خوبی پر غور کیجئے جو صرف انسان ہی کو ودیعت کی گئی ہے اور جس سے دنیا کی ساری مخلوق محروم ہے یعنی حیا، لحاظ۔ اسکے بغیر کوئی شخص نہ اپنے مہمان کی تواضع کرتا نہ اپنے وعدہ کی تعمیل کرتا اور نہ کسی کی ضرورت پوری کر سکتا اور نہ کوئی نیک کام سرانجام دے سکتا۔ بہت سے فرائض ایسے ہیں جو محض شرما شرمی میں ادا کیئے جاتے ہیں۔ جو فرد حیا سے دست بردار ہو جاتا ہے وہ نہ تو اپنے والدین کے حقوق تسلیم کرتا ہے اور نہ رشتوں کی ذمہ داریاں نبھاتا ہے نہ اپنے وعدہ کا پاس کرتا ہے اور نہ گستاخی سے باز آتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ ساری چیزیں کامل طور پر انسان کو اس طرح سے ودیعت کی گئی ہیں تاکہ ان سے انسان کو فائدے پہنچیں اور وہ اپنے امور خوش اسلوبی سے انجام دے سکے۔

گویائی اور لکھائی

گویائی کی نعمت پر غور کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہے جو اسکے باطنی خیالات اور قلبی احساسات کا ذریعہ ہے اور جس سے وہ دوسروں کے نازک نکات بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس صلاحیت کے بغیر وہ دوسرے چارپایوں جیسا ہوتا کہ نہ اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا اور نہ بات کرنے والے کے الفاظ سمجھ سکتا۔

اسی طرح لکھائی کا فن بھی ہے جو سابقہ لوگوں کی تاریخ معلوم کرنے اور موجودہ لوگوں کے واقعات آئندہ نسلوں کو پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اسی کے توسط سے سائنس اور ادب کے کارہائے نمایاں کو قدیم سے کتابوں میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اسی کے ذریعہ ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ مذاکروں اور فیصلوں کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ اس فن کے بغیر ایک دور دوسرے دور سے مکمل طور پر کٹ جاتا اور نہ ہم تک ان لوگوں کی خبریں پہنچتیں جو اپنے وطن سے دور رہتے ہیں۔

تمام علوم معدوم ہو جاتے اور اخلاق اور آداب کا علم مفقود ہو جاتا اور نوع انسان کے

Marfat.com

امور کو سخت نقصان پہنچتا اور یہی حال دینی تعلیمات اور احادیث کا بھی ہوتا جن کا جاننا لوگوں کیلئے ضروری ہے۔ لکھائی کے بغیر ان علوم کو حاصل کرنا ناممکن ہو جاتا۔

شاید آپ سوچ رہے ہیں کہ انسان نے اس ضرورت کو اپنے ہنر اور جوہر سے پورا کیا ہے لیکن یہ انسان کی فطرت میں پیدائشی نہیں ہوتا۔ یہی حال گویائی اور زبان کا بھی ہے کیونکہ اسکا تعلق بھی اصطلاحات اور تشریح سے ہے جن کا تعین لوگوں نے اپنی گفتگو کے فہم کے مطابق کیا ہے۔ اسی لئے مختلف گروہوں کی مختلف زبانیں اور مختلف رسم الخط ہوتے ہیں۔ مثلاً عربی' شامی' عبرانی' رومی وغیرہ۔ جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور اس طرح ہر گروہ نے اپنی زبان کے الفاظ اور اصطلاحیں خود طے کی ہیں۔

جو شخص اس طرح کا دعویٰ کرتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ گو ان دونوں معاملوں میں انسان کی منصوبہ بندی اور عمل کارفرما ہیں لیکن جس وسیلہ سے اسکی منصوبہ بندی اور عمل اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ فرض کیجئے اگر انسان کو گویائی نصیب نہ ہوتی یا گفتگو کرنے کیلئے اسے ذہانت عطا نہ ہوتی تو وہ بات کرنے کے قابل ہی نہ ہوتا۔ اسی طرح اگر وہ ہتھیلی اور انگلیوں سے محروم ہوتا تو اسکے لئے لکھنا ناممکن ہو جاتا۔

اس بارے میں آپ جانوروں سے سبق سیکھئے جن کے پاس نہ بولنے کی طاقت ہے اور نہ لکھنے کی طاقت ہے۔ لہٰذا خالقِ مطلق نے انسان کی بنیادی فطرت کے تقاضے پورے کرنے کیلئے اسے اس خصوصی انعام سے نوازا ہے اور جو شخص اس نعمت کا شکر گزار ہوتا ہے اسکے لیے قدوسی انعامات کا وعدہ ہے اور جو انکار کرتا ہے اسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا مختار ہے۔

علم کی حد بندی

آپ اُن معاملات پر غور کیجئے جن کا علم انسان کو عطا کیا گیا ہے اور اُن پر بھی جن کا علم اُسے نہیں دیا گیا ہے۔ انسان کو اُن تمام معاملات کا علم عنایت ہوا ہے جن سے اسکے ایمان اور

Marfat.com

دنیاوی زندگی میں بہتری ہو سکے۔

خالقِ کُل کی معرفت دلیلوں سے اور مخلوقات کی موجودگی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اُن معاملات کا علم بھی ہے جو انسان کیلئے لازمی ہیں مثلاً تمام انسانوں سے انصاف، والدین سے حسنِ سلوک، وعدہ کی پاسداری، پس ماندگان سے ہمدردی وغیرہ۔

اسی طرح انسان کو اُن چیزوں کا علم بھی دیا گیا ہے جو اسکی دنیاوی زندگی میں فائدہ مند ہوتا ہے مثلاً زراعت، باغبانی، آبادکاری، مویشی پالنا، کنوں اور چشموں سے پانی لینا، طبی مقاصد کیلئے جڑی بوٹیوں کی تحقیق، مختلف قسم کے جواہرات کیلئے کان کنی، سمندر میں غوطہ لگانا، جانوروں اور پرندوں کے شکار کیلئے مختلف طریقے استعمال کرنا، ماہی گیری، صنعت و حرفت، تجارت اور کاروبار کے طریق کار اور بہت سی دوسری چیزیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے تاہم جن سے انسان کی دنیاوی زندگی کے امور کی تکمیل ہوتی ہے۔ انسان کو وہی علم دیا گیا ہے جو اسکے مفاد میں ہے۔

وہ معاملات جن کا علم انسان کی پہنچ سے باہر ہے انکو انسان سے مخفی رکھا گیا ہے۔ مثلاً غیب کا علم یا مستقبل میں ہونے والے معاملات یا ماضی کے واقعات یا سمندروں میں اور وسیع کائنات میں موجود چیزیں یا لوگوں کے دماغ میں جاگزیں خیالات یا رحم کے اجزاء وغیرہ۔ جن لوگوں نے ان چیزوں کے علم کا دعویٰ کیا ہے اُسکے برعکس ہونے والے واقعات نے انکے دعویٰ کو احمقانہ ثابت کر دیا ہے۔

لہٰذا آپ دیکھیں گے کہ جن چیزوں کا علم انسان کو دیا گیا ہے وہ اسکے دنیاوی اور مذہبی امور کیلئے لازمی ہے اور انسان کو غیر ضروری باتیں معلوم کرنے سے روکا گیا ہے تاکہ وہ اپنی اوقات پہچان سکے کیونکہ اسی میں اسکی بہتری ہے۔ ذرا سوچئے کہ انسان کو اسکی زندگی کی مدت کا علم کیوں نہیں دیا گیا۔

اگر وہ یہ جانتا کہ دنیا میں اسکی زندگی مختصر ہے تو اسکی ساری زندگی غمناک ہو کر تلخ ہو

Marfat.com

جاتی کیونکہ اب اسے ہر وقت موت کی گھڑی کا انتظار رہتا۔ اسکی حالت اُس انسان جیسی ہو جاتی جسکا سارا سرمایہ یا تو لٹ چکا ہے یا لٹنے والا ہے اور پھر اسے اپنی غربت اور بے سروسامانی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اپنے اثاثوں کی تباہی اور اسکے نتیجہ میں اپنی ناداری کے امکان سے اُسے چاہے کتنا ہی رنج کیوں نہ ہو مگر موت کا خوف کہیں زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اگر مال واسباب کھوئے گئے تو یہ امید ہوسکتی ہے کہ شاید اسکے بدلے میں زیادہ اثاثہ مل جائے اور اس طرح اسکے دماغ کو سکون مل جائیگا۔

اسکے برخلاف جس کو اپنی زندگی کے اختتام پر یقین ہو جائے وہ شخص زیادہ مایوس ہوگا۔ اگر اس نے طویل زندگی گذارنی ہے تو اپنی بقا پر بے جا یقین اس میں ناواجب زعم پیدا کریگا۔ وہ اسی گمان پر اپنی عیاشیوں اور بدکاریوں میں مگن رہیگا کہ زندگی کے آخری دنوں میں توبہ کر لے گا۔ یہ وہ معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں دیکھنا پسند نہیں فرماتا۔ فرض کیجئے کہ آپکا ایک ملازم آپکو پورے سال ناراض کرتا رہے اور یہ امید بھی رکھے کہ ملازمت کے آخری دنوں میں اُسے معافی مل جائیگی تو یقیناً آپکو یہ بات پسند نہیں آئیگی اور نہ اُس ملازم کا درجہ دوسرے دیانتدار ملازم کے برابر ہوسکتا ہے جو آپکا حکم بجالانے پر ہمیشہ تیار رہتا ہے۔

آپ اس مفروضہ پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ آیا یہ ممکن نہیں کہ کوئی مسلسل نافرمانی کرتا رہے اور پھر تائب ہو جائے اور اسکی توبہ بھی قبول ہو جائے؟ اس بارے میں ہمارا جواب یہ ہے کہ جب کوئی شخص شہوت سے مغلوب ہو کر اپنی موجودہ عیاشیوں میں اس امید پر غرق رہے کہ وہ آئندہ کسی وقت توبہ کر لیگا تو اللہ تعالیٰ اپنی لامتناہی رحمت کے باوجود ایسے شخص کو معاف نہیں کریگا۔

ایک ایسا شخص جو اپنی مرضی کے مطابق نافرمانی کا تہیہ کر چکا ہے اور ساتھ ہی یہ امید بھی رکھتا ہے کہ بلاآخر اسے معاف کر دیا جائیگا وہ دراصل اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہا ہے جبکہ اللہ کو کبھی فریب نہیں دیا جاسکتا۔ ایسے شخص کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ اس وقت جتنا مزہ لوٹا جاسکتا ہے لوٹ لے بعد میں توبہ سے معافی مل جائیگی۔ اس معاملہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو زندگی عیش و

Marfat.com

عشرت میں بسر ہوتی ہے اسکا سانچہ کچھ اس طرح بن جاتا ہے کہ بڑھاپے میں اسکو توبہ کے مواقع حاصل نہیں ہوتے کیونکہ جسم اس قدر کمزور ہو چکا ہوتا ہے کہ توبہ تلا کرنے کی طاقت اور ہمت باقی نہیں رہتی۔

اور وہ جو توبہ نہ کرنے کے بہانے ڈھونڈتا رہتا ہے اپنی اچانک موت پر اس دنیا سے نا فرمان ہی جائیگا۔ اسکی مثال ایسے مقروض جیسی ہے جو قرض ادا کرنے کا اہل ہوتے ہوئے بھی اسکی ادائیگی ٹالتا رہتا ہے یہاں تک کہ موت آن لیتی ہے۔ اسکے اثاثے تباہ ہو جاتے ہیں اور اسکے قرضے واجب الادا رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا مناسب یہی تھا کہ زندگی کی طوالت انسان سے پوشیدہ رہے تاکہ اسے ہر وقت موت کا دھڑکا لگا رہے اور وہ اسی کشمکش میں بداعمالیوں سے گریز کرے اور نیک عمل کرتا رہے۔

آپ ایک اور اعتراض کر سکتے ہیں کہ اگرچہ انسان کی زندگی کا عرصہ اُس سے مخفی رکھا گیا ہے اور وہ اپنی موت کے بارے میں ہر وقت فکر مند رہتا ہے تاہم وہ برے اعمال اور غیر قانونی حرکات سے باز نہیں آتا۔ اسکے متعلق ہمارا جواب یہ ہے کہ موجودہ صورت حال کے مطابق منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ اسکے باوجود اگر کوئی شخص بدکاری سے باز نہ آئے تو یہ اسکی فطری بے راہ روی اور سنگدلی کی علامت ہے۔ اگر کسی مریض کو بعض دواؤں کے فوائد اور بعض چیزوں کے نقصانات سے پوری طرح آگاہ کر دیا گیا ہو لیکن وہ معالج کی ہدایات پر عمل نہ کرے تو اس میں منصوبہ بندی کی غلطی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں معالج کو قصوروار نہیں ٹھہرایا جا سکتا بلکہ یہ الزام مریض پر عائد ہوتا جس نے معالج کی ہدایت پر عمل کرنے سے انکار کیا تھا۔

اپنے عرصۂ حیات سے لاعلمی کے نتیجہ میں اور موت کے بارے میں تذبذب کے باوجود انسان گناہوں کے ارتکاب سے باز نہیں آتا۔ اگر اسکو اپنے عرصۂ حیات اور بقا کا پورا علم ہو جاتا تو وہ بدکاریوں اور کریہہ گناہوں میں ڈوبا رہتا۔ لہٰذا انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ طویل زندگی پر یقین رکھنے کے بجائے موت کے بارے میں تردد کرتا رہے۔

Marfat.com

اگر کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو موت کے بارے میں تذبذب کرتے ہوئے بھی محض اپنی کاہلی سے مشورہ کا فائدہ نہیں اٹھاتے تو ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو مشورہ سے فائدہ اٹھا کر گناہوں سے بچتا اور نیک عمل کرتا ہے۔ وہ اپنے مال میں سے ضرورت مندوں اور ناداروں کو خیرات دیتا ہے۔ اگر اس طبقہ کو نیک اعمال کی جزا نہ ملے تو یہ انصاف نہیں ہوگا۔

خواب

ذرا خوابوں اور اُن میں پوشیدہ تدبیر پر بھی غور کیجئے۔ بعض خواب صحیح ثابت ہوتے ہیں اور بعض غلط اور کچھ ملے جُلے ہوتے ہیں۔

اگر سارے خواب سچے ہوتے تو تمام انسان غیب دان ہو گئے ہوتے۔ اگر سارے خواب غلط ثابت ہوتے تو یہ فضول اور بے معنی شمار کیئے جاتے۔

بعض اوقات خواب سچے بھی ہوتے ہیں اور اُن سے اپنی دنیاوی کاروبار میں انسان فائدہ بھی اٹھاتا ہے اور نقصان سے بھی بچتا ہے۔ لیکن زیادہ تر خواب غلط ہوا کرتے ہیں تاکہ انسان ان پر انحصار نہ کرنے لگے۔

انسانی ضرورتوں کی فراہمی

دنیا میں موجود اُن اشیاء پر بھی غور کیجئے جو انسانی ضرورتوں کو پوری کرنے کیلئے فراہم کی گئی ہیں۔

مکانات تعمیر کرنے کیلئے زمین، صنعت کیلئے لوہا، کشتیاں وغیرہ بنانے کیلئے لکڑی، چکی کیلئے پتھر، ظروف کیلئے تانبا، کاروبار میں لین دین کیلئے سونا اور چاندی، خزانہ کیلئے جواہرات، غذا کیلئے اناج، لطف اندوزی کیلئے خوشبودار چیزیں، مریضوں کو صحت یاب کرنے کیلئے دوائیں، بوجھ اٹھانے کیلئے چار پائے، ایندھن کیلئے خشک لکڑی، کیمیائی اشیاء کیلئے راکھ، مٹی کی افادیت کیلئے

Marfat.com

ریت۔کیا کوئی شخص ان چیزوں کا شمار کر سکتا ہے جو لاتعداد ہیں؟

کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک گھر میں داخل ہوتا ہے اور اسے وہاں انسانی ضروریات کی تمام اشیاء موجود نظر آتی ہیں اور پورا گھر قیمتی چیزوں سے مزّین اور ہر چیز ایک خاص مقصد کے تحت رکھی ہو دکھائی دیتی ہے تو کیا وہ شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ ان ساری اشیاء کی ترتیب بغیر کسی منصوبے کے از خود ہو گئی ہے؟ لہٰذا کوئی عقل مند انسان یہ تجویز کس طرح کر سکتا ہے کہ یہ دنیا اور یہ ساری اشیاء خود بخود موجود ہو گئی ہیں؟

انسانی ضروریات پوری کرنے والی اشیاء کی تخلیق اور اُن میں پوشیدہ عظیم تدبیر سے سبق حاصل کیجئے۔انسان کیلئے اناج پیدا کیا گیا ہے لیکن ان کو پیسنے' گوندھنے اور پکانے کا کام انسان کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

انسان کیلئے اون پیدا کیا گیا ہے مگر اسکو بیلنا' کاتنا اور کپڑا بنانا انسان کا کام ہے۔ انسان کیلئے درخت پیدا کئے گئے ہیں لیکن انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ بیج بوئے' پانی دے اور انکی نگہداشت کرے۔دواؤں میں استعمال کیلئے جڑی بوٹیاں پیدا کی گئی ہیں لیکن انھیں دریافت کرنا' انکی آمیزش کرنا اور انکا معجون بنانا انسان کا کام ہے۔

اسی طرح آپکو یہ خبر بھی ہوگی کہ انسانی ضروریات پوری کرنے کیلئے خالق نے ساری چیزیں اس طور پر بنائی ہیں کہ انکو استعمال میں لانے کیلئے انسان کو منصوبہ بندی اور محنت کرنا پڑتی ہے۔اگر یہ سارے کام اللہ تعالیٰ خود سرانجام دیتا اور انسان کو کام کرنے کا کوئی موقع حاصل نہ ہوتا تو وہ زمین پر گھٹنوں کے بل چلنے لگتا اور زمین اسکا بوجھ اٹھانے کی قابل نہ رہتی۔اگر انسان کی ساری ضرورتیں بغیر محنت کئے پوری ہو جاتیں تو اسکی زندگی نہ تو خوشگوار ہوتی اور نہ وہ ایسی حالت سے لطف اندوز ہو سکتا تھا۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک چند روزہ مہمان جب یہ دیکھتا ہے کہ اسکی ساری ضرورتیں میزبان پوری کر رہا ہے اور اسے اشیاءِ خوردنی' مشروب' بستر یا کرسی حاصل کرنے کیلئے کوئی کوشش

Marfat.com

نہیں کرنی پڑتی ہے تو وہ اپنی تن آسانی اور بے عملی سے بیزار ہو جائیگا۔ اگر ساری زندگی اس کو اس طرح بیکار رہنا پڑے تو اس کی حالت کیا ہو گی؟ اسی لئے انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ہی مفاد میں اپنا کاروبار محنت سے کرے تاکہ کاہلی اور بیکاری اسے نکمانہ بنا دیں۔

مزید برآں اسے ایسے کام کرنے سے رکنا چاہیے جو اسکی پہنچ سے باہر ہیں اور جو پورا ہونے پر بھی اُسے فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ انسان کی بنیادی ضرورت غذا اور پانی ہے۔ یہ بھی دیکھئے کہ اس میں بھی کیسی منصوبہ بندی کی گئی ہے۔

انسان کو روٹی سے زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ پیاس سے زیادہ دیر تک بھوک برداشت کر سکتا ہے۔ اسے پینے' وضو کرنے' کپڑے دھونے' چوپائیوں کو پانی پلانے' فصلوں کی آبیاری کیلئے پانی کی ضرورت ہے۔ لہٰذا پانی اس افراط سے مہیا کیا گیا ہے کہ اُسے خریدنے یا تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسکے برعکس روٹی حاصل کرنے کیلئے انسان کو جدوجہد اور جتن کرنے پڑتے ہیں تاکہ وہ اپنے کام میں مصروف رہ کر تکبر اور خودسری اور بے کار مشاغل سے بچا رہے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ بچے کو چھوٹی عمر ہی میں تعلیم کیلئے استاد کے پاس بھیج دیا جاتا ہے تاکہ وہ کھیل کود میں سارا وقت ضائع نہ کرے جو خود اسکی یا کسی بھ بند کی پریشانی کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان کو بیکار رہنے دیا جائے تو وہ غرور اور خود پسندی کرنے لگے گا اور بہت ممکن ہو کہ وہ ایسے کاموں میں پڑ جائے جو اسکے لئے سخت نقصان دہ ہوں۔ اس طرح کا طرزِ عمل وہی شخص اختیار کرتا ہے جو امیر خاندان میں پیدا ہو کر عیش و عشرت میں پلا ہو۔

مختلف چہرے مہرے

آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ انسانوں میں ایک شخص دوسرے شخص سے مشابہت کیوں نہیں رکھتا ہے جس طرح پرندے اور جانور وغیرہ ایک دوسرے کے ہم شکل ہوتے ہیں۔ آپ دیکھیں

Marfat.com

گے کہ ہرنوں کی ڈار میں جتنے جانور ہیں اور تیتروں کی جھنڈ میں جتنے پرندے ہیں وہ ایک دوسرے سے مشابہ ہیں اوران میں کوئی فرق نظرنہیں آتا جبکہ انسانوں کے چہرے مہرے اوروضع قطع امتیازی ہوتے ہیں یہانتک کہ دوافراد بھی ایک نمونہ پرنہیں ہوتے۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ ہر فرد کو اسکی مخصوص ساخت اور چہرہ مہرہ سے پہچانا جاتا ہے کیونکہ لوگوں کا آپس میں لین دین ہوتا ہے جن کی ضرورت جانوروں کونہیں ہوتی۔کیا آپ نہیں دیکھتے کہ باہمی مشابہت سے جانوروں اور پرندوں کوکوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے؟ یہ معاملہ انسانوں کے درمیان نہیں ہوسکتا۔اگر اتفاق سے دو جڑواں افراد ہم شکل ہوئے توان کے ساتھ لین دین کرنے میں لوگوں کو دشواری پیش آئیگی۔اگر کوئی چیز ایک فرد کو دینی ہے تو وہ غلطی سے دوسرے کو دی جاسکتی ہے۔ایک کے جرم پر دوسرا سزا بھگت سکتا ہے۔

مشابہت کی بناء پر دوسرے معاملات میں بھی اسی طرح ہوسکتا ہے۔انسانی مشابہت اس سے زیادہ نقصان دہ ہوسکتی ہے۔پھرکس نے ایسی نفاستیں اور خوبیاں فراہم کی ہیں جو ہمارے تخیل کو حیرت زدہ کر دیتی ہیں؟ یقیناً وہ اللہ ہی ہے جو سب کا خالق ہے اور جسکی رحمت ساری چیزوں پر سایہ فگن ہے۔

کیا آپ ایسے شخص کی بات پر یقین کریں گے جو یہ کہتا ہے کہ دیوار پر لگی ہوئی تصویر بغیر کسی فنکار کی مدد کے خود بخود موجود ہوئی ہے؟ یقیناً نہیں۔آپ اسکا مذاق اڑائینگے۔پھر آپ یہ کیسے مان سکتے ہیں کہ ایک بولتا حرکت کرتا زندہ انسان اپنے آپ سے وجود میں آجائیگا جبکہ ایک بے جان تصویر کے بارے میں اس طرح کا تصور کرنے پر آپ تیار نہیں ہیں۔

محدود نشو ونما

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسانوں کے اجسام ایک حد سے زیادہ آگے نہیں بڑھتے ہیں اگرچہ وہ زندہ رہتے اور کھاتے پیتے رہتے ہیں؟ یہ ایک گہرے شعور کے علاوہ اور کس وجہ سے

Marfat.com

ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں میں نشو ونما کی ایک حد مقرر کر دی ہے جو نہ زیادہ ہو سکتی ہے اور نہ کم۔ وہ سارے اُسی حد تک بڑھتے رہتے ہیں اور پھر رک جاتے ہیں اگرچہ کھانے پینے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اگر یہ حد مقرر نہ کی گئی ہوتی تو اجسام بڑھتے ہی رہتے یہاں تک کہ نا قابلِ شناخت ہو جاتے۔

تھکن اور تکلیف

انسانوں میں خصوصاً ایسا کیوں ہوتا ہے کہ اُن میں حرکت اور مشقت سے تھکن پیدا ہو جاتی ہے اور لوگ عمدہ سرگرمیوں سے گریز کرنے لگتے ہیں کیونکہ انکی ضرورتیں مثلاً لباس وغیرہ زیادہ محنت طلب ہوتے ہیں۔ اگر انسان سختیاں اور تکلیفیں نہیں جھیلے گا تو وہ برے اعمال سے کس طرح بچ سکے گا اور اللہ کے آگے کیسے سر بہ سجود ہو گا یا لوگوں سے ہمدردی کریگا؟

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جس وقت انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ فوراً کامل عاجزی کے ساتھ اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے اور اپنی صحت کی بحالی کیلئے اپنے خالق سے التجا کرتا ہے اور فراخدلی سے خیرات بانٹتا ہے۔ اگر انسان کو زدوکوب سے درد محسوس نہ ہوتا تو حکومتیں سرکشوں کی اصلاح کیسے کر سکتی ہیں؟ بچوں کو سائنس اور فنون کیسے سکھائے جائینگے۔ غلاموں کو اپنے آقاؤں کے احکام بجالانے پر کس طرح آمادہ کیا جا سکتا ہے؟

ابن ابی العوجا اور اسکے ساتھی جو مقصد کا انکار کرتے ہیں اور مانی اور اسکے پیرو جو زحمت اور تکلیف میں پوشیدہ تدبیر کا انکار کرتے ہیں تو کیا یہ ساری وضاحتیں انکی فہمائش کیلئے کافی نہیں ہیں؟

فرض کیجئے کہ جانداروں میں صرف نر یا صرف مادہ ہی تخلیق کئے جاتے تو کیا انکی اصناف ناپید نہ ہو جاتیں؟ لہٰذا انکی اصناف کو محفوظ رکھنے کیلئے صحیح تناسب میں نر اور مادہ خلق کئے گئے ہیں۔

Marfat.com

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جب مرد اور عورتیں سنِ بلوغت پر پہنچ جاتے ہیں تو صرف مردوں کو داڑھی نکلتی ہے؟ کیا یہ ایک مقررہ تدبیر کے مطابق نہیں ہے؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ مرد کو بطور سربراہ اور عورت کو بطور منتظم خانہ تخلیق کیا گیا ہے۔ عورت ہی مرد کے مفادات کی نگراں اور اسکی محبوبہ ہے۔ مرد کو داڑھی عطا کی گئی ہے تا کہ وہ باوقار اور پر تمکنت نظر آئے۔ اسکے بدلے میں وصال کی کشش کیلئے عورت کو حسن اور تر و تازگی سے نوازا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے اس مخلوق میں جو بے عیب خوبیاں آ گئی ہیں کیا وہ آپکو نظر نہیں آتیں؟ ہر چیز ایک معینہ حساب کے مطابق ہے۔ بلا ضرورت کوئی چیز نہیں دی گئی ہے۔

دوپہر ہو گئی تھی اور میرے آقا نماز کیلئے کھڑے ہوئے اور مجھے کل آنے کیلئے کہا۔ انشاءاللہ۔

میرے آقا نے جن قیمتی تعلیمات سے مجھے نوازا تھا اسکی وجہ سے میری رات بہت خوشگوار گزری۔

Marfat.com

فصل سوم

دوسری نشست۔حیوانات

علی الصبح میں آقا کے پاس پہنچ گیا اور اجازت ملنے پر گھر میں داخل ہوا اور انکے حکم پر بیٹھ گیا۔

انھوں نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا: ''تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو زمانوں کی گردش کا خالق ہے۔ جو ایک مرحلہ کے بعد دوسرا اور مختلف حالات کے ادوار یکے بعد دیگرے لاتا رہتا ہے تاکہ نیکوکاروں کو انعام ملے اور بدکاروں کی سرزنش ہو کیونکہ وہ عادل ہے۔ اسکے سارے نام اعلیٰ اور ارفع ہیں۔ اسکی رحمتیں عظیم الشان ہیں۔ وہ اپنی مخلوقات سے ذرہ بھر ناانصافی نہیں کرتا بلکہ خود انسان ہی اپنے ساتھ ناانصافی کرتا ہے۔

اللہ سبحان و تعالیٰ کے اپنے الفاظ اسکی توثیق کرتے ہیں۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَه ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه ۝ (۹۹.۸)

ترجمہ: ''پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

قرآن مجید میں اسکے متعلق دوسری اور آیات بھی ہیں جن میں ان معاملات پر تفصیلی وضاحتیں دی گئی ہے۔ دروغ گوئی نہ اسکے آگے آسکتی ہے اور نہ پیچھے یہ وہ کتاب ہے جسے اللہ سبحان و تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ اسی بارے میں رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اعمال تم پر لوٹا دیے جائینگے۔

امام نے کچھ دیر اپنا سر جھکائے رکھا اور پھر کہا ''اے مفضل نوع انسانی اپنے شیطانوں اور طاغوتوں کی پیروی میں حیران و پریشان اور اندھی ہو گئی ہے۔ انکی آنکھیں ہیں مگر دیکھ نہیں سکتے، انکی زبانیں ہیں مگر گونگے ہیں اور سمجھ سے عاری ہیں، انکے کان ہیں مگر سن نہیں سکتے۔ وہ اپنی نفرت انگیز ذلت میں مگن ہیں۔ انھیں یہ گمان ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ وہ ذی عقل لوگوں کی

Marfat.com

صف سے نکل چکے ہیں۔ وہ ناپاک لوگوں کا پکایا ہوا کھانا کھاتے ہیں۔ وہ لوگ موت کی اچانک آمد اور مکافاتِ عمل سے خود کو محفوظ خیال کرتے ہیں۔ افسوس! کسقدر بد انجام ہیں یہ لوگ۔

یہ باتیں سُن کر میں رونے لگا لیکن امام نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ میں ایمان لانے اور عرفان حاصل کرنے کی وجہ سے بچ گیا ہوں اور مجھے نجات مل گئی ہے۔

عالمِ حیوانات

انھوں نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا "اب میں تمہیں جانوروں کی دنیا کے متعلق بتانا چاہتا ہوں تا کہ تمہیں دوسری موضوعات کی طرح اس بارے میں بھی پوری معلومات حاصل ہو جائیں۔

انکی بناوٹ کے پیچھے جسمانی ساخت اور اسکی تشکیل کے فن پر بھی ذرا غور کیجئے۔ وہ پتھر کی طرح سخت نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ اس طرح کے ہوتے تو اپنے کام نہیں کر سکتے تھے۔ نہ ہی وہ نرم ہیں کیونکہ اس طرح نہ وہ اپنا سر اٹھا سکتے تھے اور نہ بغیر سہارے کے کھڑے ہو سکتے تھے۔

انکے پٹھے ایسے لچکیلے ہوتے ہیں کہ وہ جھک بھی سکتے ہیں اور دوہرے بھی ہو سکتے ہیں۔ سخت ہڈیاں انھیں سہارا دیتی ہیں اور ان ہڈیوں کو پٹھے اپنی گرفت میں رکھتے ہیں اور نسیں ان پٹھوں کو ایک دوسرے سے جوڑے رکھتی ہیں۔ پورے جسم کی ہڈیوں اور پٹھوں پر کھال چڑھی ہوتی ہے۔

اس نکتہ کو لکڑی کی گڑیوں کی مثال سے سمجھایا جا سکتا ہے جن کے گرد چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں جن کو دھاگوں سے مضبوط باندھا گیا ہے اور انکے پورے جسم پر رنگ و روغن لگا ہوا ہے۔ ان گڑیوں کی لکڑی ہڈیاں ہیں، چیتھڑے پٹھے ہیں اور دھاگے نسیں ہیں اور رنگ و روغن کھال ہے۔ اگر یہ ممکن ہوتا کہ زندہ اور متحرک مخلوقات از خود وجود میں آ سکتے ہیں تو یہ امید بھی کی جا سکتی ہے کہ بے جان کھلونوں کے ساتھ بھی یہی عمل ہو سکتا ہے۔ اگر کھلونوں کے بارے میں یہ

Marfat.com

ممکن نہیں ہے تو جانوروں کے بارے میں تو یہ بات زیادہ بعید از قیاس ہوگی۔

جانوروں کے جسموں کو ذرا غور سے دیکھئے۔ انسانوں کی طرح انکی بھی ہڈیاں اور پٹھے ہوتے ہیں۔ انھیں آنکھیں اور کان عطا ہوئے ہیں تاکہ انسان ان سے کام کرواسکیں۔ اگر وہ اندھے اور بہرے ہوتے تو پھر وہ انسان کے کام کے نہ رہتے۔ انھیں فہم وفراست کی صلاحیتوں سے محروم رکھا گیا ہے تاکہ وہ انسان کے تابعدار بن کر رہیں اور نا قابلِ برداشت مشقت اور بوجھ اٹھانے کے باوجود نافرمانی نہ کرسکیں۔

ایک اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے کہ فہم وفراست رکھنے والے انسانی غلام بھی تو سخت محنت کے باوجود اپنے آقاؤں کا حکم مانتے ہیں۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اس طرح کے آدمی کم ہی دستیاب ہوتے ہیں۔ زیادہ تر غلام مجبورا کام کرتے ہیں۔ جبکہ چوپائے بھاری بوجھ اٹھاکر یا چکی کا پتھر گھماتے ہوئے بھی تابعدار رہتے ہیں۔ انسان کیلئے اپنے مخصوص فرائض ادا کرنے سے وہ گھبراتے نہیں ہیں۔

اگر انسان کو ایک اونٹ یا ایک خچر کا کام کرنا پڑ جائے تو اس کام کیلئے متعدد آدمیوں کی ضرورت ہوگی جس کے نتیجہ میں دوسرے کاموں میں رکاوٹ پڑ جائیگی۔ ان معمولی کاموں پر پوری انفرادی قوت صرف ہو جائیگی اور فنون اور پیشوں کے شعبوں میں کارکنوں کی قلت ہو جائیگی۔ علاوہ ازیں ایسے کاموں میں آدمیوں کو بہت تکلیف برداشت کرنی پڑیگی۔

حسبِ ذیل تین اقسام کے جانداروں کی ساخت اور انھیں عطا کردہ صلاحیتوں پر ذرا غور کیجئے:

انسانوں کو ذہانت اور عقلِ سلیم عطا ہوئی ہیں تاکہ وہ نجاری، معماری، دھات گری، سلائی وغیرہ کے پیشے اختیار کرسکیں لہٰذا انکی ہتھیلیاں چوڑی اور انگلیاں موٹی بنائی گئی ہیں تاکہ وہ اپنے پیشوں کے لحاظ سے ہر قسم کے آلات آسانی سے پکڑ سکیں۔

گوشت خور جانور جن کا گزارا شکار پر ہے انکے پنجے نرم ہوتے ہیں اور ان میں ناخون

Marfat.com

لگے ہوتے ہیں جو پنجوں کے اندر بھی چلے جاتے ہیں۔ ایسے جانور شکار کیلئے تو موزوں ہیں لیکن پیشہ ورفنون کیلئے نااہل ہوتے ہیں۔

نباتات خور جانور (چرندے) نہ تو پیشہ ورفنون کیلئے اور نہ ہی شکار کیلئے بنائے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض جانوروں کے سُم چرے ہوئے ہوتے ہیں تاکہ چرتے وقت زمین کی سختی سے بچے رہیں جبکہ دوسرے جانوروں کے سُم ٹھوس ہوتے ہیں تاکہ بوجھ اٹھاتے وقت زمین پر مضبوطی سے کھڑے رہیں۔

گوشت خور جانور اپنی ساخت میں تیز دانت' سخت پنجے اور چوڑے منہ لیے ہوتے ہیں تاکہ شکار کے گوشت سے اچھی طرح غذائیت حاصل کرسکیں۔ انھیں ایسے آلات اور اوزار سے مسلح کیا گیا ہے جو شکار کیلئے موزوں ترین ہیں۔ اگر اسی طرح کے پنجے چرندوں کو دیے جاتے تو وہ انکے کسی کام نہ آتے کیونکہ چرندے نہ تو شکار کرتے ہیں اور نہ گوشت کھاتے ہیں۔ اور اگر گوشت خور جانوروں کو پنجوں کے بجائے سُم دیے گئے ہوتے تو وہ اپنی ضرورتیں پوری نہیں کرسکتے تھے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان دونوں اقسام کے جانوروں کو ٹھیک وہی چیزیں عطا ہوئی ہیں جو انکی ضرورت کے مطابق ہیں بلکہ اسی میں انکی بقا بھی ہے۔

اب ذرا بچھڑوں پر نظر ڈالیے کہ وہ کس طرح اپنی ماؤں کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ انھیں نہ تو گود میں اٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ انکی پرورش انسانی بچوں کی طرح ہوتی ہے۔ ایسا اسلئے ہوتا ہے کہ بچھڑوں کی ماؤں کے پاس وہ سامان نہیں ہوتا جو انسانی بچوں کی ماؤں کے پاس ہوتا ہے۔ انسانی ماؤں کے پاس شفقت' محبت اور پرورش کرنے کا علم ہوتا ہے اور گود میں لینے کے لئے خاص قسم کے ہاتھ اور انگلیاں ہوتی ہیں۔ انکی بناوٹ ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہ ہر قسم کا کام کرسکیں۔

پرندوں میں بھی آپ یہی چیز دیکھیں گے۔ مثلاً مرغی' تیتر اور بٹیر کے چوزے انڈوں

Marfat.com

سے نکلتے ہی دانہ چگنے لگتے ہیں۔ پرندوں کے کمزور بچے جن میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہوتی مثلاً جنگلی یا پالتو کبوتروں کے بچے انکی ماؤں میں زائد مامتا ہوتی ہے اور وہ اپنی چونچوں میں دانہ پکڑ کر بچوں کے منہ میں ڈالتی ہیں اور یہ سلسلہ بچوں کے خود کفیل ہونے تک جاری رہتا ہے۔

چونکہ کبوتروں کے بچے مرغیوں کی طرح جھول میں نہیں ہوتے اس لئے مادہ کبوتریں اپنے جوزوں کو بغیر فاقہ زدہ کیے مناسب طور پر پال سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فیض سے ہر ایک کو اسکا واجب حصہ ملتا ہے۔

ذرا دیکھیے کہ جانوروں کی ٹانگیں کس طرح جوڑی دار بنائی گئی ہیں تا کہ انھیں چلنے میں آسانی ہو۔ اگر یہی ٹانگیں طاق عدد میں ہوتیں تو انکا چلنا دشوار ہو جاتا۔ متحرک جانور اپنی ایک ٹانگ اٹھاتا ہے جبکہ دوسری ٹانگ زمین پر رہتی ہے۔ دو پاؤں والے جانور ایک ٹانگ اٹھاتے ہیں اور دوسری سے سہارا لیتے ہیں۔ چوپائے ٹانگوں کی ایک جوڑی اٹھاتے ہیں اور مخالف سمت کی جوڑی کا سہارا لیتے ہیں۔ اگر چوپائے ایک ہی جانب سے ٹانگوں کی جوڑی اٹھائیں تو دوسری جوڑی کا سنبھلنا مشکل ہو جائیگا۔ جس طرح ایک تختہ دو پایوں پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ استوار چال کیلئے دائیں جانب کی اگلی ٹانگ اور بائیں رخ کی پچھلی ٹانگ ایک ساتھ اٹھاتے ہیں اور یہی عمل دوسری جانب بھی دہرایا جاتا ہے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ گدھا بوجھ اٹھانے کے علاوہ چکی کا پتھر بھی گھماتا ہے جبکہ گھوڑے کو مقابلتاً زیادہ آرام ملتا ہے؟ اور اونٹ زیادہ کام کرتا ہے جو بہت سے افراد مل کر بھی انجام نہیں دے سکتے۔

اگر وہ حکم ماننے سے انکار کردے تو کیا ہوگا؟ اس وقت تو وہ ایک بچے کی اطاعت کر رہا ہے۔ جوا گلے میں ڈالے کھیتوں میں ہل چلاتا ہوا ایک بیل کسطرح اپنے مالک کا حکم مانتا ہے؟ لڑائیوں میں اصیل گھوڑے اپنے مالکوں کی طرح تلواروں اور نیزوں میں گھس جاتے ہیں۔ بکریوں کے ریوڑ کی صرف ایک آدمی رکھوالی کرتا ہے۔ اگر بکریاں مختلف سمتوں میں بھاگنے لگیں تو

Marfat.com

کیا کوئی انسان انھیں پکڑ سکتا ہے؟

اسی طرح جانوروں کی دوسری قسمیں بھی انسان کی تابع فرمان ہیں۔ مگر کیوں؟ کیونکہ ان میں نہ تو عقل ہوتی ہے اور نہ معاملات سمجھنے کی طاقت۔ اگر ان کے پاس عقل ہوتی تو وہ انسان کے بہت سارے مطالبات کی تعمیل کرنے سے گریز کرتے۔ اونٹ کام کرنے سے انکار کر دیتا اور بیل اپنے مالک سے بغاوت کر دیتا اور بکریاں تتر بتر ہو جاتیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر شکاری جانوروں میں عقل اور معاملہ فہمی ہوتی تو وہ غذائی لوازمات پر انسان سے مقابلہ کرتے۔ انسان کے خلاف انکی متحدہ یورش کا سامنا کون کر سکتا تھا؟

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انھیں اس طرح کی حرکت کرنے سے کس طرح روکا گیا ہے؟ بجائے اسکے کہ انسان ان سے ڈرے یہ جانور خود انسانی آبادیوں سے ڈرتے ہیں اور وہاں سے دور بھاگتے ہیں۔ یہ جانور غذا کی تلاش میں دن کے وقت نہیں بلکہ صرف رات کو نکلتے ہیں۔ یہ جانور اپنی تمام تر ہیبت کے باوجود انسان سے ڈرتے ہیں چاہے انھیں انسان سے کوئی تکلیف پہنچی ہو یا نہیں۔ اگر ان کے دلوں میں یہ خوف نہ بٹھایا گیا ہوتا تو وہ انسانی آبادیوں میں کود پڑتے اور لوگوں کی زندگی اجیرن کر دیتے۔

جانوروں میں کتے کو ایک خاص وصف ودیعت کیا گیا ہے یعنی اپنے آقا سے وفاداری۔ کتا اپنے مالک کی حفاظت اور خدمت کرتا ہے۔ اندھیری راتوں میں چوروں سے بچانے کیلئے عمارت کے حدود میں گشت لگاتا رہتا ہے۔ وہ اپنے آقا اور اسکے ریوڑ کو بچانے کیلئے اپنی جان بھی دینے کیلئے تیار رہتا ہے۔ یہ ہے اپنے آقا سے اسکی وفاداری۔ اپنے آقا کی خاطر وہ بھوک اور تکلیف بھی برداشت کر سکتا ہے۔

کتا اس نمونہ پر اس لئے خلق کیا گیا ہے تا کہ وہ اپنے سخت دانتوں' مضبوط پنجوں اور خوفناک پیٹھ سے انسان کی حفاظت کر سکے۔ لیکن کس لئے؟ یہ چوروں کو ڈرانے کیلئے ہے تا کہ چور اسکی حفاظت میں رکھے ہوئے سامان تک نہ پہنچ سکیں۔

Marfat.com

چوپایوں کے چہروں پر نظر ڈالیئے اور دیکھئے کہ انکی صورت گری کسطرح کی گئی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ انکی آنکھیں آگے کی طرف لگائی گئی ہیں تا کہ وہ دیوار سے نہ ٹکرائیں یا گڑھے میں نہ گر پڑیں۔ آپ دیکھیں گے کہ تھوتھنی کے نیچے انکے منہ میں شگاف ہوتا ہے۔ اگر انکے منہ انسان جیسے ہوتے تو وہ زمین سے کوئی چیز بھی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انسان اپنا کھانا منہ سے اٹھا کر نہیں کھاتا؟ وہ یہ کام اپنے ہاتھوں سے لیتا ہے۔ دوسرے خوردنوش کرنے والوں کے مقابلہ میں انسان کو یہ خاص اہلیت عطا ہوئی ہے۔ چونکہ چوپایوں کے ہاتھ نہیں ہوتے کہ ان سے گھاس اٹھا سکیں اس لئے انکی تھوتھنی کے اندرونی حصہ میں شگاف ڈالدیا گیا ہے۔ تا کہ وہ منہ سے آسانی کے ساتھ گھاس اٹھا کر چبا سکیں۔ مزید مدد کیلئے انکے ہونٹ دراز کر دیے گئے ہیں تا کہ وہ دور اور نزدیک کی چیزوں تک آسانی سے پہنچ سکیں۔

جانوروں کی دموں پر اور انکی افادیت پر بھی غور کیجئے۔ یہ اخراجی اعضاء کو ڈھانکنے کیلئے ایک طرح کے سر پوش ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں جسموں کی غلاظت پر بیٹھنے والے مچھروں اور مکھیوں کو دور رکھنے میں ان سے مدد ملتی ہے۔ انکی دموں کو پنکھوں کی طرح بنایا گیا ہے تا کہ وہ مکھیوں اور مچھروں کو اڑا سکیں۔ اپنی دم مسلسل ہلاتے رہنے سے جانوروں کو تسکین حاصل ہوتی ہے۔ جب ان جانوروں کو حرکت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تو وہ خاموش کھڑے دم ہلاتے رہتے ہیں۔ اسکے علاوہ دم کے اور بھی فائدے ہیں جنکا تصور بھی انسان نہیں کرسکتا لیکن ضرورت کے وقت انکا خیال آتا ہے۔ ان فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب کوئی مویشی کیچڑ میں پھنس جائے تو اُسے دم سے پکڑ کر نکالا جاسکتا ہے۔ دم کے بال بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

ایسے جانوروں کے دھڑ انکے چاروں ٹانگوں پر ہموار ہوتے ہیں تا کہ سواری کرنے میں اور انکے متعلقہ حصوں کے مقام کی وجہ سے انھیں جماع کرنے میں سہولت رہے۔

Marfat.com

ہاتھی

ہاتھی کے سونڈ پر اور اسکے نمونہ کی ہنر مندی پر غور کیجئے۔ انسانی ہاتھوں کی طرح ان کی سونڈ پیٹ میں غذا اور پانی پہنچانے کا کام کرتی ہے۔ اسکے بغیر ہاتھی کوئی چیز زمین سے نہیں اٹھا سکتا کیونکہ دوسرے چوپایوں کی طرح اسکی گردن اتنی لمبی نہیں ہوتی کہ اسے آگے کی طرف کھینچ سکے۔ لمبی گردن کے بدلے میں اسے لمبی سونڈ دی گئی ہے تا کہ وہ اسے دراز کر کے اپنی ضرورت پوری کرے۔ کس نے ہاتھی کو ایک ناپید عضو کے بدلے میں دوسرا عضو عطا کیا ہے؟ یقیناً وہ اللہ ہی ہے جو اپنی مخلوق پر اسقدر رحمدل ہے۔ اور یہ عمل ایک مقررہ نمونہ کے بغیر کس طرح ہو سکتا تھا جیسا کہ گمراہ نیچریوں اور دھریوں کا دعویٰ ہے؟

اس اعتراض پر کہ دوسرے جانوروں کی طرح ہاتھی کو بھی لمبی گردن کیوں نہیں دی گئی تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہاتھی کا سر اور کان بہت بھاری ہوتے ہیں جسکی وجہ سے گردن پر بہت بوجھ پڑ سکتا تھا بلکہ اسکے پھٹنے کا بھی خطرہ تھا۔ لہٰذا ہاتھی کی گردن کو براہ راست جسم سے جوڑ دیا گیا تا کہ اسے مذکورہ حادثات سے محفوظ رکھا جائے اور اسکے بدلے میں سونڈ دیدی جائے جو غذا پہنچانے کے علاوہ ہاتھی کی ساری ضرورتیں پوری کر سکے۔

ژرافہ

ژرافہ کی بناوٹ پر ذرا غور کیجئے کہ اسکے مختلف اعضاء کس طرح بعض جانوروں سے مشابہ ہیں۔ اسکا سر گھوڑے جیسا، گردن اونٹ جیسی، گائے جیسے شگافتہ کھر اور اسکی کھال تیندوے جیسی ہوتی ہے۔

بعض جاہل لوگوں کا خیال ہے کہ ژرافہ مختلف جانوروں کے اتصال کا نتیجہ ہے۔ یہ نادان لوگ کہتے ہیں کہ مختلف انواع کے زمینی جانور پانی کے ذخیرہ پر آتے ہیں اور یہاں ایک نوع کا جانور دوسری نوع کے جانور سے جماع کرتا ہے جس کے نتیجے میں اس طرح کی اولاد پیدا

Marfat.com

ہوتی ہے۔لہٰذا یہ ایک مخلوط نمونہ ہے۔

ایسی بات کہنا اپنی جہالت اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے کم علمی ظاہر کرتا ہے۔کوئی جانور دوسری نوع کے جانور کے ساتھ جماع نہیں کر سکتا۔ایک گھوڑے اور مادہ اونٹ یا اونٹ اور گائے کے درمیان جماع نہیں ہو سکتا۔جنسی اتصال صرف انہی جانوروں کے درمیان ہوتا ہے جنکی بناوٹ یکساں ہوتی ہے۔مثلاً گھوڑے اور گدھے کے درمیان جسکا نتیجہ خچر ہوتا ہے یا بھیڑے اور بجّو کے درمیان جس سے ایک دوغلا جانور پیدا ہوتا ہے۔

مزید برآں یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایسے ملاپ کی اولاد کا ایک عضو جوڑے میں سے ایک کا ملے اور دوسرا عضو دوسرے سے ملے۔زرافہ کا عضو گھوڑے سے دوسرا اونٹ سے اور کُھر گائے سے مشابہ ہوتے ہیں۔لیکن آپ دیکھیں گے کہ خچر کا سر' کان' پیٹھ' دُم اور سُم گدھے اور گھوڑے کے درمیان درمیان ہوتے ہیں اور اس کی آواز بھی ہنہنانے اور رینکنے کے درمیان ہوتی ہے۔ اس دلیل سے پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ زرافہ مختلف جانوروں کے اتصال سے وجود میں نہیں آیا ہے بلکہ یہ اللہ کی قدرت کاملہ کا ایک کرشمہ ہے۔

آپکو یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ جانوروں کی لاتعداد انواع کا خالق اپنی مرضی کے مطابق کچھ ایسے اعضاء خلق کرتا ہے جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور ایسے اعضاء بھی جو مختلف ہوتے ہیں۔وہ اپنی مرضی سے بناوٹ میں جو چاہے شامل بھی کرتا ہے اور نکال بھی دیتا ہے۔یہ سب اس لئے ہوتا ہے تاکہ اللہ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہو سکے اور یہ کہ اسکی مرضی کے خلاف کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی ہے۔

زرافہ کی گردن اتنی لمبی کیوں ہوتی ہے اور اس سے ان کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ انکو یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ جن گھنے جنگلوں میں یہ پیدا ہوتے اور زندگی بسر کرتے ہیں وہاں کے بلند درختوں کے پتوں اور پھولوں تک انکی رسائی ہو سکے۔

Marfat.com

بندر کی تخلیق اور اسکے اعضاء مثلاً سر' کاندھے' سینہ اور اندرونی اعضاء کی انسان کے ساتھ مماثلت پر بھی ذرا غور کیجئے۔ مزید یہ کہ اسکو دماغ بھی عطا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مالک کے اشارے اور ہدایات سمجھتا ہے۔ عموماً وہ انسانی حرکات دیکھ کر انکی نقل کرتا ہے۔ وہ اپنی بناوٹ' خاصیتوں اور خصلتوں میں انسان سے بہت قریب ہے۔

انسان کو بطور نصیحت اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ وہ اپنی فطرت اور بناوٹ میں جانوروں جیسا ہے اور اگر اسکو دماغ' عقل اور طاقت گویائی عطا نہ ہوتے تو وہ جانور ہی لگتا۔

تاہم بندر کی ساخت میں کچھ ایسے اضافے بھی ہیں جن سے وہ انسان سے مختلف ہو جاتا ہے۔ مثلاً منہ' لمبی دم اور پورے جسم پر بال۔ اگر بندر کو بھی انسان کی طرح عقل' فہم اور گویائی کی صلاحتیں عطا ہوتیں تو اسے انسان بننے میں یہ اختلافات مانع نہ ہوتے۔ انسان اور بندر کے درمیان حدِ فاصل یہی عقل' فہم اور گویائی کی صلاحتیں ہیں۔

جانوروں کی کھال

ان جانوروں کی جانب اللہ تعالیٰ کا رحم ملاحظہ ہو کہ انھیں سردی کی سختیوں سے بچانے کیلئے انکے جسموں کو مختلف قسم کے بالوں سے ڈھانک دیا گیا ہے اور انکی حفاظت کیلئے شگافتہ اور ناشگافتہ سُم اور گدی دار پیر دیے گئے ہیں۔ سوت کاتنے اور کپڑا بُننے کیلئے انکے پاس نہ ہاتھ نہ ہتھیلیاں اور نہ انگلیاں ہیں لہٰذا انکی پوشاک کو انکے جسم کی بناوٹ کا حصہ بنا دیا گیا ہے جو ساری زندگی بغیر مرمت یا تبدیلی انکے کام آتا رہتا ہے۔

تاہم انسان کے ہاتھ ہوتے ہیں اور اُس میں سوت کاتنے اور کپڑا بنانے کی مہارت ہوتی ہے۔ وہ کپڑا بنا کر گاہے گاہے اپنی پوشاک بدلتا رہتا ہے جس کے کئی فائدے ہیں۔ ان فائدوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لباس بنانے میں مشغول رہنے سے وہ نقصان دہ حرکتوں اور

Marfat.com

کاہلی سے بچا رہتا ہے۔ جب وہ گھر میں ہوتا ہے تو وہ اپنی پوشاک اتار دیتا ہے۔ وہ مختلف قسم کے لباس بنا سکتا ہے جن کو دکھاوے کیلئے بدل بدل کر پہنتا اور ان سے لطف اٹھاتا ہے۔ اپنے پیروں کی حفاظت کیلئے جرابیں اور جوتے بناتا ہے۔ اس طرح مزدور اور تاجر اپنے اور اپنے خاندانوں کیلئے گزارے کا بندوبست کرتے ہیں۔ مختلف قسم کے بال جانوروں کی پوشاک ہیں اور انکے سُم اور گدی دار تلوے انکے جوتے ہیں۔

میت کی تدفین

جانوروں کی اس جبلی خصلت پر غور کیجئے کہ جس طرح انسان اپنے مردے دفن کرتے ہیں اسی طرح جانور بھی مردہ اجسام کو چھپاتے ہیں۔ کسی جانور کی لاش کبھی نظر نہیں آتی ہے۔ وہ اتنے دور بھی نہیں ہیں کہ انھیں نظر انداز کیا جا سکے۔ درحقیقت انکی آبادی انسانوں سے کہیں زیادہ ہے۔

ہرنوں، جنگلی بھینسوں، جنگلی گدھوں، جنگلی بکریوں اور بارہ سنگھوں اور وحشی جانوروں مثلاً ببر شیر، بجّو، بھیڑیوں اور تیندوے وغیرہ کو دیکھیے اور زمین کے اندر رہنے والے اور سطح زمین پر چلنے والے کیڑوں اور اڑنے والے پرندوں مثلاً کوّں، تیتروں، بطخوں، کونجوں، کبوتروں اور شکاری پرندوں پر بھی نظر ڈالیے تو آپکو انکی کوئی لاش نظر نہیں آئیگی سوائے اسکے کہ کوئی شکار کیا ہوا جانور ہو یا کسی درندے کی کھائی ہوئی لاش۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ان جانوروں کو اپنی موت قریب دکھائی دیتی ہے تو وہ کسی پوشیدہ جگہ میں چھپ کر موت کا انتظار کرتے ہیں۔

دیکھئے کہ انسان نے ان جانوروں سے کس طرح یہ فن سیکھا ہے۔ اسکی پہلی مثال یہ ہے کہ انسان نے دو کوّں کو لڑتے دیکھا اور جب ایک کوے نے دوسرے کو مار دیا تو اسکی لاش دفن کر دی۔ اس طرح قابیل نے گڑھا کھود کر اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو چھپانے کا فن سیکھا۔ یہ کام اللہ تعلیٰ کی ہدایت پر ہوا تھا۔ لاشوں کے گلنے سڑنے اور وباؤں کے پھیلنے کی تکلیفوں سے انسان کو

Marfat.com

بانے کیلئے جانوروں کو یہ فطری صلاحیت دی گئی ہے۔

جانوروں کی فطری صلاحیت

اللہ تعالیٰ نے اپنی لامتناہی رحمت سے جانوروں کو بعض فطری صلاحیتیں عطا کی ہیں تاکہ کوئی مخلوق اسکے رحم وکرم سے محروم نہ رہ سکے۔ تاہم ان صلاحیتوں کا شمار عقلی صلاحیتوں میں نہیں کیا جاسکتا۔

اگر کوئی ہرن غلطی سے سانپ نگل لے تو چاہے اسے کتنی ہی سخت پیاس کیوں نہ لگے وہ پانی نہیں پیئے گا کیونکہ اسے یہ ڈر ہوتا ہے کہ پانی کی وجہ سے بدن میں زہر پھیل جائیگا اور اسکی موت واقع ہوجائیگی۔ وہ پانی کے تالابوں کے آس پاس گھومتا رہیگا اور پیاس کی شدت سے چلاتا رہیگا مگر موت کے ڈر سے پانی کو مس نہیں کریگا۔ آپ دیکھیں گے کہ پیاس کی شدت کے باوجود موت کے خوف نے ان جانوروں میں ضبط کا مادہ اسقدر قوی ہوتا ہے کہ اس کی برابری کوئی ذی عقل انسان نہیں کرسکتا۔

لومڑی کو جب کسی طریقے سے غذا نہیں ملتی تو وہ پرندوں کو دھوکا دینے کیلئے اپنا پیٹ پھلا کر اپنے آپ کو مردہ ڈال دیتی ہے۔ جب پرندے قریب آجاتے ہیں تو انھیں پکڑ کر کھا جاتی ہے۔

اب آپ ہی بتایئے کہ اس بے زبان اور بے عقل لومڑی کو کس نے یہ مہارت سکھائی ہے۔ بیشک وہ اللہ ہی ہے جس نے لومڑی کو کھانا دینے کی ذمہ داری لی ہے۔ چونکہ لومڑی وہ چالیں نہیں چل سکتی جو دوسرے جانور چلتے ہیں مثلاً وہ شکار پر سامنے سے حملہ نہیں کرسکتی لہٰذا اسکے گزارے کیلئے اس کو مکر کرنے کی مہارت عطا کی گئی ہے۔

ڈالفن مچھلی پرندوں کا شکار اس طرح کرتی ہے کہ ایک مچھلی کو مار کر اسے پانی کی سطح پر تیرتا چھوڑ دیتی ہے اور خود پانی کے اندر چھپ کر پانی کو ہلکورے دیتی رہتی تاکہ اسکا جسم نظر نہ

Marfat.com

آسکے۔ جس وقت کوئی پرندہ مردہ مچھلی پر جھپٹتا ہے تو وہ پرندے پر جھپٹ کر اسے قابو میں کر لیتی ہے۔ اس مہارت سے وہ اپنا شکار حاصل کرتی ہے۔

اژدھا اور بادل

میں نے پھر اژدھا اور بادل کے بارے میں وضاحت کی گذارش کی۔

امام نے جواب دیا کہ بادل ایک طرح کا فرشتہ ہے جو اژدھا کو جہاں بھی ہو اسی طرح پکڑ لیتا ہے جس طرح مقناطیس لوہے کو پکڑتا ہے۔ اسی لئے بادل کے ڈر سے اژدھا اپنا سر زمین سے باہر نہیں نکالتا۔ تاہم موسم گرما میں جب آسمان صاف ہوتا ہے اور بادل کا نشان تک نہیں ہوتا تو اژدھا باہر نکلتا ہے۔

میں نے پوچھا "بادل کو اژدھا پر اس طرح غالب کیوں کیا گیا ہے کہ وہ جہاں بھی ملے پکڑ لیا جائے" امام نے جواب دیا "انسان کو اژدھا کے ضرر سے بچانے کیلئے"

چیونٹی

میں نے کہا "آقا آپ نے حیوانات کے متعلق اتنی تفصیل سے وضاحت کی ہے کہ ہر شخص دم بخود ہو جاتا ہے۔ براہ کرم کچھ حال چیونٹیوں اور پرندوں کا بھی بتایئے۔

امام نے فرمایا "اس چھوٹی سی چیونٹی کے دہانہ پر نظر ڈالیئے کیا آپکو اس میں کوئی ایسا نقص نظر آتا ہے جو اسکے مفاد میں رکاوٹ بن سکے؟ یہ موزونیت اور اندازہ کہاں سے آئے ہیں؟ یقیناً یہ وہی ہنر مندی اور نمونہ سازی ہے جو ہر بڑی اور چھوٹی مخلوق میں ودیعت کی گئی ہے۔

ذرا یہ دیکھئے کہ اپنی خوراک اکٹھی کرنے کیلئے چیونٹیاں کس طرح جمع ہو جاتی ہیں؟ جب بے شمار چیونٹیاں اپنے گھر کی طرف دانے لے جا رہی ہوتی ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے بہت سے آدمی اپنے گھر اناج لے جانے میں مصروف ہیں۔ جتنی محنت اور مشقت چیونٹیاں کرتی ہیں اتنی محنت انسان نہیں کر سکتا۔ اناج لے جانے میں وہ انسانوں کی طرح ایک دوسرے کی مدد کرتی

Marfat.com

ہیں۔ وہ اناج دانہ کو ٹکڑے کر دیتی ہیں تاکہ اس میں کونپل پھوٹ کر انکے لئے بیکار نہ ہو جائے۔ اگر اناج دانے گیلے ہوں تو وہ انھیں سکھانے کیلئے پھیلا دیتی ہیں۔ سیلاب سے بچنے کیلئے چیونٹیاں اپنے بل اونچی جگہوں پر بناتی ہیں۔

یہ سارے اعمال عقل کی مداخلت کے بغیر خالصتاً وجدانی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے چیونٹیوں کی بناوٹ میں ودیعت کر دیا ہے۔

مکڑی

ذرا ملکہ مکڑی پر بھی نظر ڈالیئے کہ اسکو اپنی غذا حاصل کرنے کیلئے کیسی مہارت، ہنر مندی اور بردباری ودیعت کی گئی ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ جب اُسے مکھی کے آنے کا احساس ہوتا ہے تو وہ تھوڑی دیر کیلئے اسکو نظر انداز کر کے ایک بے جان سی چیز بن جاتی ہے۔ جب وہ محسوس کرتی ہے کہ مکھی اس کی موجودگی سے بے خبر ہے تو آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی مکھی سے اتنی قریب پہنچ جاتی ہے کہ اسے پکڑنا آسان ہو جاتا ہے اور پھر یہاں سے جھپٹ کر مکھی کو دبوچ لیتی ہے اور اسے اس وقت تک دبوچے رکھتی ہے جب تک یہ محسوس نہ کرے کہ مکھی کمزور ہوگئی ہے اور اسکے اعضاء ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ تب وہ مکھی کو ہڑپ کر لیتی ہے اور اس طرح سے اپنی زندگی گزارتی ہے۔

مکھیوں کو پھانسنے کے لئے عام مکڑی جالہ بنتی ہے اور اسکے اندر چھپ کر بیٹھتی ہے جیسے ہی کوئی مکھی جال میں پھنستی ہے وہ اس پر جھپٹ کر اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔ اس طرح سے وہ اپنی زندگی گزارتی ہے۔ یہی حال شیر کے شکار کا بھی ہے جس میں کتے اور پھندے استعمال کیئے جاتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس کمزور کیڑے کو اپنا شکار پکڑنے کیلئے فطری صلاحیت عطا ہوئی ہے جبکہ انسان عیاری اور آلات استعمال کیئے بغیر یہ کام نہیں کر سکتا۔

کسی چیز میں عیب تلاش نہ کیجئے کیونکہ ہر چیز سے ایک سبق حاصل ہوتا ہے مثلاً چیونٹیوں وغیرہ سے۔ اکثر معمولی چیز سے ایک اعلیٰ حقیقت آشکارا ہوتی ہے۔ تاہم اس چیز کی خوبی

Marfat.com

میں کوئی کمی نہیں آتی جس طرح لوہے کے باٹ سے تولنے پر سونے کی قیمت کم نہیں ہوا کرتی ہے۔

پرندے

ذرا پرندہ کی جسمانی ساخت پر غور کیجئے جسکا مقصد ہوا میں پرواز کرنا ہے۔ اُس کو ہلکا مگر مضبوط بدن اور کسا ہوا قالب عطا ہوا ہے۔ اسکے پاس چار کے بجائے دو ٹانگیں، پانچ انگلیوں کے بجائے چار انگلیاں ہوتی ہیں اور فضلہ خارج کرنے کیلئے دو کے بجائے ایک سوراخ ہوتا ہے۔ ہوا چیرنے کیلئے اسے نکیلی چھاتی دی گئی ہے جس طرح پانی چیرنے کے لئے کشتی بنائی جاتی ہے۔ اسکے دونوں طرف لمبے اور بے لچک پَر ہوتے ہیں اور اونچی اڑان میں مدد کیلئے دم ہوتی ہے۔ اسکا پورا جسم پروں سے ڈھکا ہوتا ہے جن میں اڑتے وقت ہوا بھر جاتی ہے۔

چونکہ اسکی غذا اناج اور گوشت ہے جنکو وہ چبائے بغیر نگل جاتی ہے اس لئے اسکے دانتوں کی جگہ ایک سخت اور تیز چونچ دی گئی ہے تاکہ وہ اپنی غذائی اجزاء آسانی سے چن سکے۔ یہ چونچ ٹھونگ مارنے یا گوشت کترنے سے ٹوٹتی نہیں ہے۔ چونکہ اسکے دانت نہیں ہوتے لیکن کھاتی وہ اناج اور گوشت ہے اس لئے اسکے پیٹ میں تیز حرارت پیدا کی گئی ہے جو بغیر چبائے ہوئے غذائی اجزاء کو پکا دیتی ہے۔ مثال کے طور پر انگور کے بیج انسان کے معدہ سے اسی صورت میں نکل جاتے ہیں جبکہ یہ بیج پرندہ کے پیٹ میں پوری طرح پک جاتے ہیں۔ پرندوں کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ وہ بچہ پیدا کرنے کے بجائے انڈے دیتے ہیں تاکہ رحم میں جنین کی نشوونما سے انکی پرواز میں خلل پیدا نہ ہو سکے۔

پرندہ کی بناوٹ میں ہر چیز ایسی بنائی گئی ہے جو اسکی زندگی کیلئے انتہائی موزوں ہے۔ علاوہ ازیں ہوا میں اڑنے والے پرندوں کیلئے یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے چوزے نکالنے کیلئے انڈوں پر ایک یا دو تین ہفتوں تک بیٹھے رہیں۔ چوزے نکلنے کے بعد وہ انکی نگہداشت پوری تندہی سے کرتے ہیں۔ انکا پوٹا اتنا بڑا ہوتا ہے کہ وہ چوزوں کے گذارے کیلئے کافی مقدار میں غذا

Marfat.com

فراہم کر سکتے ہیں۔

کس نے پرندے کو اس کام پر لگایا ہے کہ پہلے وہ کھیتوں سے چنا ہوا اناج اپنے پوٹے میں بھرے اور پھر اسی اناج کو چوزوں کے پوٹوں میں منتقل کر دے' آخر یہ پرندہ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتا ہے جبکہ اسکے پاس نہ تو استدلال کی صلاحیت ہے اور نہ ہی اسے انسان کی طرح بچوں سے احترام کی اور نام' نسل ورثہ وغیرہ باقی رکھنے کی امیدیں وابستہ رہتی ہیں۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خصوصی تقسیم کے تحت پرندے کے چوزوں کو یہ خاص نعمت عطا کی ہے جسکے متعلق خود پرندہ بھی نہ تو جانتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ اور یہ عمل کیا ہے؟ یہ نسل کی بقا کا ایک انتظام ہے۔

مرغی

ذرا مرغی کو دیکھیے کہ وہ انڈے دینے اور ان سے چوزے نکالنے کیلئے کس قدر بے قرار رہتی ہے حالانکہ اسکا نہ کوئی گھونسلا ہوتا ہے اور نہ ہی یہ انڈے اُسی کی نسل کے ہوتے ہیں۔ وہ کُڑ کُڑاتی ہے' اپنے پَر پھیلاتی ہے اور جب تک اُسے انڈوں پر بیٹھنے اور اُن سے چوزے نکالنے کا موقع نہ دیا جائے وہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیتی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ایسا نسل بچانے کیلئے ہوتا ہے۔ اگر یہ بات اسکی فطرت میں داخل نہ ہوتی تو نسل بچانے کیلئے اس کو کون پابند کر سکتا تھا کیونکہ اسکے پاس نہ تو عقل ہے اور نہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت۔

اب انڈے پر اور انڈے کے اندر سفیدی اور زردی کی بناوٹ پر ذرا نظر ڈالیے۔ اسکا ایک حصہ چوزے کی ساخت کیلئے ہوتا ہے اور دوسرا حصہ چوزے کو انڈے سے باہر نکلنے تک غذا فراہم کرتا ہے۔ اس سارے عمل میں پوشیدہ ہنرمندی ملاحظہ کیجئے کہ کسی خارجی خلل اندازی کے بغیر یہ چوزہ کس طرح ایک خول کے اندر ترکیب پا رہا ہے اور باہر نکلنے تک اُسے کیسے وافر غذا مہیا ہو رہی ہے۔

Marfat.com

پرندوں کا پوٹا

پرندوں کے پوٹے میں پوشیدہ ہنرمندی ذرا ملاحظہ کیجئے۔ معدہ کو ایک تنگ نالی کے ساتھ جوڑا گیا ہے تاکہ اُس میں غذا کم مقدار میں پہنچتی رہے۔ پوٹے کے بغیر اناج کو معدہ تک پہنچنے میں کافی وقت درکار ہوتا۔ پرندہ اپنی دوراندیشی سے جلدی جلدی اپنا پوٹہ بھر لیتا ہے۔ یہ پوٹا ایک بستہ کی طرح پرندہ کے آگے لٹکا ہوتا ہے تاکہ ا سے جو چیز بھی ملے اسے جلدی سے پوٹے میں بھر لے اور پھر اُنھیں آہستہ آہستہ معدے میں منتقل کرتا رہے۔

پوٹے کا ایک فائدہ اور بھی ہے۔ بعض پرندوں کو اپنے بچوں کی چونچ میں غذا ڈالنی پڑتی ہے۔ غذا کو آسانی سے منتقل کرنے میں پوٹا مدد دیتا ہے۔

پرندوں کے پَر

مادہ پرست مکتبِ فکر کے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پرندوں کی جسمانی بناوٹ اور انکے پَروں کی رنگ آمیزیاں دراصل مختلف اجزاء اور مادوں کے متناسب امتزاج کا نتیجہ ہیں۔ وہ کسی خاص نقشہ کا نتیجہ نہیں ہیں۔

جب آپ مور یا تیتر کی آرائش اور انکی بے عیب موزونیت دیکھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک مصور نے مہارت سے یہ رنگین تصویر بنائی ہے۔ بے عقل اجزاء کی آمیزش ایسی بے عیب چیز کس طرح بنا سکتی ہے؟ اگر یہ فن پارے قادرِ مطلق مصور کے بغیر وجود میں آگئے ہوتے تو یہ تناسب اور یکسانیت کس طرح برقرار رکھی جا سکتی ہے؟

اگر کسی پرندے کے پروں کو قریب سے دیکھا جائے تو آپکو یوں لگے گا جیسے نفیس دھاگوں سے ایک کپڑا بنا ہوا ہے۔ ایک بال دوسرے کے ساتھ اس طرح گندھا ہوا ہے جس طرح دھاگہ کا ایک سرا دوسرے سے ملا ہوتا ہے۔ آپ ان پَروں کی بناوٹ بھی دیکھیئے۔ اگر آپ انھیں کھولیں گے تو یہ بغیر پھٹے کھل جائینگے تاکہ ان میں ہوا بھر سکے جس سے پرندوں کو اڑنے میں

Marfat.com

مدد ملتی ہے۔ پروں کے اندر آپکو ایک مضبوط چھڑی ملے گی جس پر بالوں جیسا مسالہ چڑھا ہوگا۔ یہی چھڑی مضبوطی سے پروں کو یکجا رکھتی ہے۔ یہ چھڑی اندر سے کھوکھلی ہوتی ہے تا کہ پرندہ پر بوجھ بن کر اسکی پرواز میں مزاحمت نہ کرے۔

لمبی ٹانگوں والے پرندے

کیا آپ نے کبھی لمبی ٹانگوں والا کوئی پرندہ دیکھا ہے اور یہ بھی سوچا ہے کہ اِن لمبی ٹانگوں سے پرندے کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

یہ اکثر کم گہرے پانی میں پایا جاتا ہے۔ آپکو ایسا معلوم ہوگا کہ وہ ایک ہی جگہ اپنی لمبی ٹانگوں پر تاک لگائے کھڑا ہے۔ وہ پانی میں ہل چل کو دیکھتا رہتا ہے جب اسے کھانے کے قابل کوئی چیز نظر آتی ہے تو آہستہ سے قریب جا کر اسے پکڑ لیتا ہے۔ اگر اسکی ٹانگیں چھوٹی ہوتیں تو شکار کی طرف بڑھتے وقت اسکا پیٹ پانی سے چھونے لگتا اور پھول جاتا اور اس طرح وہ شکار پکڑنے کے قابل نہ رہتا۔ لہٰذا اپنی ضرورت بلا روک ٹوک پوری کرنے کیلئے اسے دو لمبے سہارے عطا ہوئے ہیں۔

غذا کا اہتمام

پرندوں کی ساخت میں شامل گوناگوں مہارتوں پر بھی غور کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ لمبی ٹانگوں والے پرندوں کی گردن بھی لمبی ہوتی ہے تا کہ وہ آسانی سے زمین سے اپنی غذا اٹھا سکیں۔ بعض مرتبہ لمبی گردن کا مطلب لمبی چونچ سے پورا ہو جاتا ہے۔ آپ جس تخلیق پر بھی غور کریں گے اسے مکمل اور ہنر مندی سے بھرپور پائینگے۔

آپ ان جڑی بوٹیوں کو دیکھیے جن کو یہ پرندے دن کے وقت ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ پرندے یہ جڑی بوٹیاں پا نہ سکیں لیکن انہیں گھوم پھر کر ان جڑی بوٹیوں کی کھوج

Marfat.com

لگانی پڑتی ہے کیونکہ وہ ایک ہی جگہ نہیں ملتی ہیں۔ اسی صورت حال کا دوسری مخلوقات کو بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ساری حمد اللہ تعالیٰ کیلیئے ہی ہے جس نے خوارک کے حصے مقرر کیئے اور مختلف طریقوں سے اسکی ترسیل کا بندوبست کیا۔

غذا کا انتظام اس طرح نہیں ہے کہ وہ ضرورت مند مخلوق کی دسترس سے باہر ہے اور نہ ہی یہ انتظام ایسا ہے کہ بغیر کوشش کیئے غذا آسانی سے مل جائے کیونکہ اگر غذا وافر مقدار میں ایک ہی جگہ ملنے لگے تو جانور اپنی جگہ سے ہلے بغیر ٹھونسنے لگیں گے اور بدہضمی کا شکار ہو کر تباہ ہو جائینگے۔

انسان بھی فراوانی کی وجہ سے خود پسندی اور غرور سے مغلوب ہو کر فتنہ پردازی اور بدکاریوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔

رات کے پرندے

امام علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا: ''کیا آپ اُلو اور چمگادڑ جیسے پرندوں اور انکی خوراک کے متعلق جانتے ہیں جو صرف رات ہی کو نکلتے ہیں؟

میں نے جواب دیا ''میں واقف نہیں ہوں۔'' انھوں نے فرمایا ''فضا میں بکھرے ہوئے مختلف قسم کے حشرات الارض مثلاً مچھر' پتنگے' ٹڈیاں' مکڑیاں وغیرہ انکی غذا ہیں۔ یہ کیڑے فضا میں ہمیشہ موجود ہوتے ہیں اور کوئی جگہ ان سے خالی نہیں ہوتی۔ رات کے وقت جب آپ اپنی چھت پر یا آنگن میں چراغ روشن کریں گے تو اس قسم کے کیڑے چراغ کے گرد جمع ہو جائینگے۔

یہ کیڑے کہاں سے آتے ہیں؟ یقیناً وہ کہیں نزدیک ہی سے آتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ جنگل یا میدانوں سے آتے ہیں تو ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ جب عمارتوں میں گھرے

Marfat.com

ہوئے ایک مکان میں چراغ جلایا جاتا ہے تو کیڑوں کو چراغ کیسے نظر آتا ہے اور وہ فوراً وہاں کیسے پہنچ جاتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انھیں چراغ کے گرد پہنچنے میں کوئی وقت نہیں لگتا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ہر جگہ فضا میں بکھرے ہوتے ہیں اور رات میں نکلنے والے پرندے انھیں پکڑ کر کھاتے ہیں۔

غور کیجئے کہ فضا میں بکھرے ہوئے کیڑوں کے ذریعہ شب بیدار پرندوں کی غذا کا کس طرح انتظام کیا گیا ہے۔

اس طرح کے جانداروں کی تخلیق کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کیجئے مبادا کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ انھیں بے فضول اور بے فائدہ پیدا کیا گیا ہے۔

پرندہ اور چوپائے کے درمیان چمگادڑ ایک عجیب مخلوق ہے۔ دراصل یہ چوپائے سے قریب تر ہے۔ اسکے باہر نکلے ہوئے دو کان، دانت اور بال ہوتے ہیں۔ یہ بچے پیدا کرتی اور انھیں دودھ پلاتی ہے۔ وہ پیشاب اور پیخانہ کرتی ہے اور چاروں ہاتھوں پاؤں پر چلتی ہے۔ یہ ساری خصوصیات پرندوں سے مختلف ہیں۔ یہ صرف رات ہی کو باہر نکلتی ہے اور فضا میں بکھرے ہوئے کیڑے کھاتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چمگادڑ کوئی چیز نہیں کھاتی بلکہ صرف ٹھنڈی ہوا پر زندہ رہتی ہے۔

یہ بات دو وجوہات کی بناء پر غلط ہے۔ یہ پیشاب اور پیخانہ کرتی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ ٹھوس غذا کھاتی ہے۔ علاوہ ازیں اسکے دانت ہوتے ہیں اور اگر اسے کھانے کی ضرورت نہ ہوتی تو یہ دانت بے مصرف ہوتے جبکہ تخلیق میں کوئی چیز فضول نہیں ہوتی ہے۔

اس جاندار میں کچھ خوبیاں بھی ہیں۔ اسکی انوکھی بناوٹ ہی ایک عجوبہ ہے۔ وہ اپنے فائدے کیلئے پرواز کرتی رہتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی ہے۔

بعض مرتبہ پیا اپنا گھونسلہ درختوں میں بناتی ہے۔ اگر اُسے گھونسلے کی طرف آتا ہوا کوئی سانپ نظر آجائے تو وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتی ہے اور جب اسے کوئی کانٹے دار لکڑی

Marfat.com

کا ٹکڑا نظر آتا ہے تو اسے پکڑ کر سانپ کے کھلے منہ میں پھینک دیتی ہے۔ کانٹا چبھنے سے سانپ تڑ تڑپ کر مر جاتا ہے۔ اگر میں یہ بات آپکو نہ بتاتا تو کیا آپ سوچ سکتے تھے کہ ایک کانٹے میں ایسے نامعلوم فائدے کس طرح ہو سکتے ہیں یا کوئی سوچ سکتا ہے کہ ایک چھوٹا یا بڑا پرندہ اس طرح کا منصوبہ بنا سکتا ہے۔

اس سے سبق حاصل کیجئے۔ ایسی بہت سی چیزیں ہیں جنکے فوائد نامعلوم ہیں اور جنکو جاننے کیلئے وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے۔

شہد کی مکھی

ذرا شہد کی مکھی اور شہد کا ہشت پہلو چھتا بنانے میں باہمی کوششوں پر اور ان کوششوں میں موجود جبلت کی باریکیوں پر غور کیجئے۔ جب آپ اس طریق کار پر غور کریں گے تو آپ اسے انتہائی حیرت انگیز اور لطیف پائیں گے۔ انکا بنایا ہوا مال نہایت عمدہ اور انسان کیلئے انتہائی مفید ہوتا ہے۔

اور جب آپ کاریگر کو دیکھیں گے تو اسے عقل سے عاری اور دوسروں کا تو ذکر کیا خود اپنی پہچان سے عاجز پائینگے۔

لہٰذا اس معاملہ میں یہ دلیل واضح ہے کہ اس مہارت اور ہنرمندی میں جو سلیقہ پایا جاتا ہے وہ شہد کی مکھی کا نہیں بلکہ اللہ کی قدرت کاملہ کا مرہون منت ہے جس نے شہد کی مکھی کو ایسے نمونہ پر تخلیق کیا اور اسے انسان کی خدمت پر مامور کیا ہے۔

ٹڈیاں

ذرا ٹڈی کو بھی دیکھئے۔ کس قدر کمزور تاہم طاقتور ہے۔ اگر ٹڈی دل کسی شہر پر حملہ کر دے تو کوئی شخص خود کو اُن سے بچا نہیں سکتا۔ اگر کوئی بادشاہ بھی اپنے لاؤلشکر کے ساتھ انکا مقابلہ

Marfat.com

کرنے نکلے تب بھی وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی وضاحت کیلئے کیا یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ اللہ کی قوی ترین مخلوق اسکی کمزورترین مخلوق کا حملہ برداشت نہیں کرسکتی؟ دیکھیے کہ یہ ٹڈی دل کس طرح سیلاب کی طرح پوری زمین کوڈھانک لیتا ہے اور پہاڑوں' میدانوں' ریگستانوں' شہروں اور قصبوں میں پھیل جاتا ہے یہاں تک کہ یہ انبوہ سورج کی روشنی میں بھی حائل ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا ایک اور ثبوت دیا ہے جسکی حیثیت نہ تو گھٹائی جاسکتی ہے اور نہ اسے فضول گردانا جاسکتا ہے۔

مچھلی

ذرا مچھلی پر اور جن حالات میں وہ اپنی زندگی گزارتی ہے اسکی موزونیت پر غور کیجئے۔ اسکی ٹانگیں نہیں ہوتیں کیونکہ اسکی رہائش پانی میں ہے جہاں اسکو چلنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسکے پھیپھڑے نہیں ہوتے کیونکہ وہ سانس نہیں لیتی ہے اور پانی کی سطح کے نیچے رہتی ہے۔

ٹانگوں کے بدلے اسے دو مضبوط پنکھ عطا ہوئے ہیں جن سے وہ دونوں طرف کے پانی کو چیرتی ہے جس طرح ایک ملاح اپنے چپوؤں سے دونوں طرف کے پانی کو چیرتا ہے۔ حادثوں سے بچنے کیلئے اسکے جسم پر چھلکوں کی دبیز تہ ہوتی ہے۔ یہ چھلکے ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوتے ہیں جیسے زرہ بکتر کی زنجیریں جڑی ہوتی ہیں۔ پانی سے دھندلا کر کمزور نظر کی تلافی میں اسے سونگھنے کی موثر صلاحیت دی گئی ہے۔ وہ دور ہی سے اپنی غذا سونگھ لیتی ہے اور پھر اسکی طرف جاتی ہے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اسکے منہ سے کانوں تک سوراخ ہوتے ہیں جن میں سے پانی گزرتا ہے اور مچھلی کو اسی طرح تازگی ملتی ہے جس طرح صبح کی تازہ ٹھنڈی ہوا میں سانس لینے سے دوسرے جانوروں کو تازگی حاصل ہوتی ہے۔

اب آپ مچھلی کی تولیدی خاصیت پر غور کیجئے۔ مچھلی کے پیٹ میں انڈوں کا شمار نہیں کیا

Marfat.com

جا سکتا۔ اسکی وجہ دوسرے جانداروں کی غذا میں اضافہ ہے کیونکہ بہت سے جانور جو پانی کے کناروں پر یا ساتھ کی جھاڑیوں میں رہتے ہیں انکا گزارا مچھلی پر ہوتا ہے۔ جس وقت مچھلی قریب سے گزرتی ہے۔ وہ جھپٹ کر اسے پکڑ لیتے ہیں۔ چونکہ جانور پرندے انسان اور دوسری مچھلیاں بھی مچھلی کا شکار کرتے ہیں اس لئے اس معاملہ کی منصوبہ بندی اس طرح کی گئی ہے کہ مچھلی کی تعداد زیادہ سے زیادہ رہے۔

اللہ تعالیٰ کی وسیع حکمت کا ایک طرف اور انسانوں کی کم علمی کا دوسری طرف اندازہ لگانے کیلئے ذرا مختلف اقسام کے جانوروں، سیپیوں اور انواع واقسام کی مچھلیوں اور آبی زندگی پر غور کیجئے۔ انکی تعداد لامحدود ہے اور انکی خاصیتیں نامعلوم سوائے یہ کہ موقع ملنے پر انسان کو انکا کچھ علم ہو جاتا ہے۔

مثال کے طور پر کوچنیل ہی کو لیجئے جس کے رنگ کا علم انسان کو اس طرح ہوا کہ ایک کتیا ساحلِ سمندر پر گھوم رہی تھی جہاں اسے حلذون نظر آیا (سرخ رنگ کا کیڑا) جب اس نے کیڑا کھایا تو اسکا منہ رنگ دار ہو گیا۔ یہ رنگ لوگوں کو بہت پسند آیا اور انھوں نے سرخ رنگ کیلئے کوچنیل کے کیڑے کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ایسی بہت سی چیزیں ہیں جن کی خصوصیات سے لوگ وقتاً فوقتاً واقف ہوتے گئے۔

دوپہر ہو گئی تھی اور میرے آقا نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور مجھے کل سویرے آنے کیلئے کہا۔ جتنی معلومات ان سے حاصل ہوئی تھیں ان سے شاداں وفرحاں میں واپس گھر آ گیا۔

Marfat.com

فصل چہارم

تیسری نشست۔ ماحول

میں تیسرے دن صبح سویرے حاضر ہو گیا اور اجازت ملنے پر اندر داخل ہو کر حسبِ حکم بیٹھ گیا۔

امام نے کلام کا آغاز کیا۔ اے مفضل میں نے انسان کی بے عیب تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی لطیف تدبیر کے متعلق اور انسان کے بدلتے ہوئے حالات سے سبق حاصل کرنے کے بارے میں تفصیل سے وضاحت کی ہے۔ میں نے عالمِ حیوانات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

اب میں ذکر کروں گا ماحول کا یعنی سورج، چاند، ستاروں، آسمان، دن اور رات، موسم گرما اور سرما کا اور ہوا، چاروں عناصر، بارش، چٹانوں اور پہاڑوں کا عالم، نباتات کا، کھجور اور عام درختوں کا اور ساتھ ہی ان میں پوشیدہ علامتوں کی نشاندہی بھی کرونگا جن سے سبق حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

آسمان

آسمان کے رنگ پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ اسکا نقشہ کس قدر مناسب ہے۔ دوسرے رنگوں کے مقابلے میں یہ نیلگوں رنگ آنکھوں کے لئے کتنا تسکین بخش ہوتا ہے۔ اگر آنکھ میں کوئی تکلیف ہو جائے تو اطباء بھی مریض کو نیلا یا سیاہی مائل رنگ دیکھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ جس شخص کی نظر کمزور ہوتی ہے تو لائق طبیب اسے ہدایت دیتے ہیں کہ وہ نیلے پانی سے بھرے تسلہ پر نظر جمائے رکھے۔

ذرا دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ایسا نیلا رنگ دیا ہے جو درجہ بہ درجہ سیاہ ہو جاتا ہے تاکہ آسمان پر بار بار نظر دوڑانے سے انسان کی آنکھوں میں کوئی نقص نہ آ جائے۔

Marfat.com

طلوع اور غروب آفتاب

دن اور رات کی آمدورفت میں طلوع اور غروبِ آفتاب کے عمل و دخل پر غور کیجئے۔ ...وع آفتاب کے بغیر دنیا کے سارے کام رک جائینگے۔ دنیا اندھیرے میں ڈوب جائیگی اور کام یا ...زگار کا کوئی امکان نہیں رہیگا۔ طلوع آفتاب کے فوائد صاف ظاہر ہیں۔ دھوپ کے خوشگوار ...رات کے بغیر زندگی میں کوئی مزہ نہیں رہیگا۔ اب ذرا غروبِ آفتاب پر غور کیجئے اگر سورج غروب ...ہوتو انسانوں کو نہ سکون ملے گا نہ آرام۔ انسان کو آرام اور سکون کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ ہاضمہ ...ور انجذاب کی صلاحیتیں بحال رکھے اور اپنے اعصاب کو سکون اور آرام دے سکے۔

لالچ میں آکر مسلسل کام کرنے سے جسمانی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ عام لوگوں کو اپنی روزی کی تلاش میں اور دولت جمع کرنے کی جدوجہد میں صرف رات ہی کو سکون اور آرام ملتا ہے۔

دائمی دھوپ سے زمین تپ جائیگی اور اسکے برے اثرات جانوروں اور پودوں میں ظاہر ہونے لگیں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دھوپ اور تاریکی کے اوقات مقرر کیے ہیں جس طرح ایک گھر میں ضرورت کے وقت شمع روشن کی جاتی ہے اور ضرورت نہ ہونے پر بجھا دی جاتی ہے تاکہ گھر والوں کو سکون اور آرام مل سکے۔ روشنی اور تاریکی اگرچہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں لیکن دنیا کی فلاح و بہبود کیلئے دونوں کو مددگار بنا دیا گیا ہے۔

چار موسم

سورج کے نشیب و فراز کے نتیجہ میں سال کے چار موسموں اور انکے فوائد پر اور انکی منصوبہ بندی پر بھی ذرا غور کیجئے۔

ان دو میعادوں میں سورج کی حرکت سے درختوں اور پودوں میں پھولنے پھلنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔

فضا میں بخارات کے انجماد سے بادل بنتے اور بارش ہوتی ہے۔ اس موسم

Marfat.com

میں جانوروں کے جسموں میں توانائی آتی ہے۔موسم گرما میں حیات بخش حدت کا زور ہوتا ہے اور وہ اشیاء پیدا ہوتی ہیں جو موسم سرما میں پوری طرح تیار ہوتی ہیں۔اس موسم میں درختوں میں پھول اور پھل لگتے ہیں۔جانوروں میں شہوت پیدا ہوتی ہے۔

موسمِ گرما میں ہوا گرم ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے پھل پکتے ہیں۔جسم کے فضلات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔زمین خشک اور سخت بن کر تعمیر کیلئے اور دوسرے کاموں کیلئے موزوں ہو جاتی ہے۔

موسم سرما میں ہوا پاک و صاف ہوتی ہے اور جسم صحت مند ہو جاتے ہیں اور بیماریاں قابل علاج ہو جاتی ہیں۔راتیں لمبی ہو جاتی ہیں اور دراز ہونے کی بناء پر بعض امور سر انجام دینے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

اس موسم میں فضا دوسرے امور کیلئے بھی سازگار ہوتی ہے تاہم انکی وضاحت کیلئے بہت وقت چاہیئے۔

سورج

ایک سال مکمل کرنے کیلئے سورج جس مہارت سے بارہ برجوں کے آر پار حرکت کرتا ہے اب اس پر بھی ذرا غور کیجئے۔یہی عرصہ سردی، گرمی، خزاں اور بہار کے چار موسموں پر مشتمل ہوتا ہے۔سورج کی اسی سالانہ رفتار سے انسانی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے اجناس اور میوے تیار ہوتے ہیں۔ارتقا کی یہ گردش اسی طرح چلتی رہتی ہے۔

کیا آپ نہیں جانتے کہ برجِ حوت سے نکل کر اسی جگہ واپس آنے تک عالم بالا میں سورج کا یہ سفر پورے ایک سال میں طے ہوتا ہے؟ وقت کا اندازہ لگانے کیلئے مدتِ مدید سے سال وغیرہ کو بطور پیمانہ استعمال کیا جا رہا ہے۔لوگ اسی ذریعہ سے عمروں، قرضوں، معاہدوں اور دوسرے کاروباری معاملوں کا حساب لگاتے ہیں۔سورج کی گردش سے ایک سال مکمل ہوتا ہے

Marfat.com

اور وقت کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ذرا دیکھیے کہ سورج کس طرح دنیا پر ضیا پاشی کرتا ہے اور اس کام کیلئے اسے کیسی مہارت عطا کی گئی ہے۔ اگر وہ راس منڈل کے ہی مقام پر بغیر اپنی جگہ بدلے ہمیشہ چمکتا رہے تو پہاڑوں اور دیواروں جیسی رکاوٹوں کی وجہ سے اسکی کرنوں کے فوائد ہر جگہ نہیں پہنچ سکیں گے۔

لہٰذا اسے اس طرح بنایا گیا ہے کہ وہ صبح کو مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور اسکی روشنی مخالف سمت میں مغرب کی اشیاء پر پڑتی ہے اور پھر سورج اوپر چڑھتا ہوا اپنی روشنی دائیں بائیں پھیلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ مغرب میں پہنچ کر اپنی شعاعیں ان اشیاء تک پہنچاتا ہے جن کو روشنی صبح کے وقت نہیں پہنچتی تھی تاکہ کوئی کونا بھی اسکے فائدے سے محروم نہ رہے۔

اگر سال کے کسی حصہ میں یا پورے ایک سال یہ صورت حال برعکس ہو جائے تو کیا آپ انسانوں کی بدحالی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ حقیقت میں انکے بقا کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔

کیا انسان کو یہ شاندار منصوبہ بندی نظر نہیں آتی جس کے آگے اسکی اپنی اسکیمیں ہیچ ہیں؟ بغیر غفلت کیئے یہ عمل خود بخود جاری رہتا ہے اور دنیا کی تنظیم اور برقراری کیلئے اپنے مقررہ وقت سے کبھی پیچھے نہیں رہتا۔

چاند

چاند کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک نشانی ظاہر کی ہے۔ عموماً لوگ چاند سے مہینوں کا حساب لگاتے ہیں لیکن اس سے سال کا اندازہ صحیح طور پر نہیں لگایا جا سکتا۔ چاند کی حرکت سے نہ تو موسموں کی تبدیلی پر اور نہ فصلوں کی نشوونما اور پکنے پر کوئی اثر پڑتا ہے۔ اسی لئے قمری مہینے اور سال شمسی مہینوں اور سالوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ قمری مہینے بدلتے رہتے ہیں اسی لئے ایک ہی مہینہ کبھی گرمیوں اور کبھی سردیوں میں آتا ہے۔ یہی حال دوسرے مہینوں کا بھی ہے۔ مثال کے طور پر محرم کا مہینہ بعض مرتبہ کبھی گرمی میں کبھی برسات میں اور کسی وقت سردی میں آتا ہے۔ اس

Marfat.com

سے ظاہر ہوتا ہے کہ قمری اور شمسی مہینوں میں کوئی مماثلت نہیں پائی جاتی۔

ذرا غور کیجئے کہ چاند صرف رات ہی کو کیوں چمکتا ہے اور اس میں کون سی تدبیر پوشیدہ ہے۔ جانداروں کو آرام اور سکون کیلئے رات کی ٹھنڈک چاہیے۔ تاہم اگر کسی قسم کا کام کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو روشنی کی عدم موجودگی اور گھپ اندھیرا رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ چونکہ دن کے وقت فرصت کے لمحات نصیب نہیں ہوتے اس لئے لوگوں کو کچھ کام رات میں بھی کرنا پڑتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شدید گرمی کی وجہ سے انسان چاہتا ہو کہ چاند کی روشنی میں زراعت، دودھ دوہنے، لکڑی کاٹنے وغیرہ جیسے کام کر لے۔ اگر اپنی مرضی کے مطابق انسان اپنی روزی کیلئے کوئی کام کرنا چاہے تو چاندنی سے اسے مدد ملتی ہے۔ راہ گیر اپنے سفر کے دوران چاندنی سے اپنا دل بہلاتے ہیں۔ رات کے مختلف حصوں میں چاند کا نکلنا مقرر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اُسے سورج سے کم روشن اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ انسان اپنے مرنے تک بلا آرام دن رات کام کرتا نہ رہے۔

اپنے مختلف مرحلوں میں چاند کا ہلال کی شکل میں نمودار ہونا اور رات کے سرے پر اسکے غائب ہونے میں، اسکے گھٹنے اور بڑھنے میں اور گرہن لگنے میں ہمیں یہ اشارے ملتے ہیں کہ قادر مطلق اللہ نے یہ ساری تبدیلیاں کائنات کے فائدے کیلئے مقرر کی ہیں تاکہ وہ لوگ ان سے سبق لے سکیں جو نصیحت پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔

ستارے

ذرا ستاروں اور انکی مخصوص رفتاروں پر بھی غور کیجئے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنی مقرر کردہ جگہوں سے ہٹتے نہیں ہیں۔ دوسرے ایسے ستارے ہیں جو ایک خطہ سے دوسرے خطہ میں سفر کرتے رہتے ہیں اور انکی رفتار بھی مخصوص ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر ستارے کی دو رفتاریں ہوتی ہیں۔ ایک رفتار مغرب کی جانب کائناتی حرکت کی وجہ سے اور دوسری اس کی اصل رفتار

Marfat.com

مشرق کی جانب میں۔

اسکا موازنہ چکی پر بیٹھی چیونٹی کی دو رفتاروں سے کیا جا سکتا ہے۔ چکی کی حرکت سیدھی جانب ہے جبکہ چیونٹی مخالف سمت میں حرکت کر رہی ہے اس صورت حال میں چیونٹی کی دو رفتاریں ہونگی۔ ایک خود اسکی رفتار اوپر کی جانب اور ایک بلا قصد رفتار چکی کے ساتھ ساتھ۔

اب آپ ان لوگوں سے پوچھیئے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ستارے مطلق نمونہ ساز کی نمونہ سازی کے بغیر خود بخود موجود ہو گئے ہیں کہ ان سب کو ساکن رہنے میں یا متحرک ہونے میں کون سی رکاوٹ حائل ہے؟

خالق کے بغیر تخلیق کا صرف ایک ہی نمونہ فرض کیا جا سکتا ہے لہٰذا ایک مخصوص نمونے میں دو مختلف حرکتیں کس طرح ہو سکتی ہیں؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو اقسام کے ستاروں کی حالیہ حرکت ایک خاص مقصد، نمونہ اور ہنر مندی کا نتیجہ ہے۔ یہ کوئی بے معنی چیز نہیں ہے جیسا کہ یہ مادہ پرست دھریے دعویٰ کرتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض ستارے ساکن کیوں رہتے ہیں جبکہ دوسرے ستارے حرکت کرتے رہتے ہیں تو ہمارا جواب ہوگا کہ اگر سارے ستارے ساکن رہیں تو خطہ در خطہ ستاروں کی حرکت سے جو مخصوص علامتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ غائب ہو جائینگی۔ سورج اور ستاروں کی اپنے اپنے مدار میں گردش سے آنے والے واقعات کی سُن گُن ہوتی ہے۔

بعض ستاروں کی حرکت سے فصلوں کیلئے موسم کے چناؤ میں اور پیشن گوئی وغیرہ میں جو مدد ملتی ہے وہ دسترس سے باہر ہو جائیگی۔

اگر سارے ستارے حرکت کرنے لگیں تو انکی منزلیں معلوم کرنا ناممکن ہو جائیگا۔ اپنے مقرر کردہ خطوں میں متحرک ستاروں کی رفتار سے ضروری معلومات اسی طرح حاصل ہوتی ہیں جس طرح راہ گیروں کی رفتار سے فاصلوں کا حساب لگایا جاتا ہے۔ میلوں یا مرحلوں کے حساب کے بغیر ستاروں کی رفتار کا تخمینہ لگانا مشکل ہوگا۔

Marfat.com

اسی طرح اگر سارے ستارے متحرک ہوتے ہوئے اپنی رفتار میں مختلف ہوں تو انکی حرکت کا تخمینہ لگانا ناممکن ہوگا کیونکہ ایک تو وہ اتنے لاتعداد ہیں کہ کوئی ماہر فلکیات انکا اندازہ نہیں لگا سکتا اور دوسرے یہ کہ انکے مقام کا تعین کرنا بھی ناممکن ہے کیونکہ ان میں سے بعض مشرق میں اور کچھ مغرب میں اور دوسرے شمال میں اور بعض درمیان میں اور بعض آخری حدوں میں یعنی یہ ستارے یہاں وہاں اور ہر جگہ ہوتے ہیں۔ انکے خطوں کا تعین کرنا بھی ناممکن ہوگا اور تیسری مشکل یہ ہے کہ یہ سب ستارے بارہ برجوں کے درمیان گھوم رہے ہیں۔ اس لئے انکے درمیان تمیز کرنا بھی ناممکن ہو جائیگا لہٰذا انکی حرکت اور انکے وجود کا مقصد ہی کالعدم ہو جائیگا۔

ایک نکتہ چیں یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ ایک ہی نمونہ پر سب کی رفتار یکساں نہ ہونا خالق کی غیر موجودگی ظاہر کرتا ہے حالانکہ ہم نے اسی دلیل سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا نتیجہ اخذ کیا ہے۔ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ ستاروں کی مخصوص رفتار' انکا تغیر و تبدل انکی نقل و حرکت چونکہ با مقصد ہیں اس لئے یہ کام ایک منصوبے کے تحت اور تفریق کی بنیاد پر ہو رہا ہے۔

اُن ستاروں پر غور کیجئے جو سال کے بعض حصوں میں نظر آتے ہیں اور سال کے دوسرے حصوں میں غائب ہو جاتے ہیں مثلاً عقودِ ثریا' جوزا' کلب الجبار کے دو ستارے اور سہیل۔ اگر یہ ستارے ایک ساتھ نمودار ہو جائیں تو انھیں پہچاننا اور ان سے رہنمائی حاصل کرنا انسان کیلئے مشکل ہو جائیگا جس طرح جوزا اور زہرہ کے نکلنے اور غائب ہونے کے عمل سے لوگ نتائج اخذ کرتے ہیں۔ مناسب مواقع پر ہر ستارے کا ظہور اور خفا انسان کے فائدے کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔

جس طرح انسان کے فائدے کیلئے مختلف اوقات میں عقود ثریا کا ظاہر ہونا اور غائب ہونا مقرر کیا گیا ہے۔ اسی طرح دُبّ اکبر کا مقدر یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نظر آتا رہے اور کبھی غائب نہ ہو کیونکہ وہ ایک اشارہ کا کام دیتا ہے' جس کے ذریعہ انسان جنگلوں اور سمندروں میں صحیح راستے ڈھونڈتے ہیں۔

Marfat.com

چونکہ اس جھرمٹ کے ستارے ہمیشہ نظر آتے ہیں اس لئے کسی سمت میں راستہ معلوم کرنے کیلئے انسان انکی طرف دیکھتا ہے۔ یہ دونوں مظاہر قدرت انسان کے مفاد میں کام کرتے ہیں۔

اسکے علاوہ انکے ذریعہ زراعت' باغبانی' زمینی اور سمندری سفر کے اوقات کا تعین بھی کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مختلف اوقات سے تعلق رکھنے والے دوسرے مظاہر قدرت مثلاً بارش' ہواؤں کے چلنے' گرمی اور سردی کے موسموں کا ادراک بھی کیا جاتا ہے۔

مزید برآں تاریک راتوں میں خوفناک میدانوں اور ہولناک سمندروں میں سفر کرتے ہوئے انسان اُن کی مدد سے اپنا راستہ معلوم کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ ان ستاروں کی آگے پیچھے مشرق مغرب حرکت کرنے سے انسان کئی سبق سیکھ سکتا ہے۔

چاند اور سورج جیسے اجرامِ فلکی بہت تیزی سے حرکت کرتے ہیں اور اگر وہ اپنی اصلی رفتار کے ساتھ ہمارے نزدیک ہو جائیں تو ہماری آنکھیں انکی تنویر اور تابکاری سے اسی طرح چکا چوندھ ہو جائینگی جس طرح آسمان اور زمین کے درمیان بجلی کی مسلسل چمک سے چندھیا جاتی ہیں۔

اسکی دوسری مثال ایک ایسے گھر کی ہے جسکی چھت پر متعدد روشن قندیلیں ہمارے سر کے گرد تیزی سے گھوم رہی ہیں۔ لازمی طور پر ہماری آنکھیں چندھیا جائینگی اور دیکھنے والے منہ کے بل زمین پر گر جائینگے۔ ذرا دیکھیے کہ اِن ستاروں کو مطلوبہ مقصد کی خاطر ہم سے طویل فاصلے پر رکھا گیا ہے تاکہ وہ اپنی موجودہ رفتار پر چلتے رہیں اور ہماری بصارت کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ بعض اوقات انسان کو رات میں سفر کرنا پڑتا ہے اور اگر ستاروں کی روشنی نہ ہوتو اسے راستہ طے کرنا مشکل ہو جائیگا۔ ستارے اتنے ہی درخشاں ہوتے ہیں کہ چاند کی غیر موجودگی میں اتنی روشنی دے سکیں جو ہمارے چلنے پھرنے کیلئے کافی ہو۔

اس تخلیق میں مہربانی اور خوش اسلوبی کے عناصر پر بھی غور کیجئے۔ تاریکی بھی چاہیے اور

Marfat.com

اسکا بھی ایک وقت مقرر ہے لیکن ساتھ ہی انسان کو اپنے مقاصد کے حصول کیلئے ہلکی روشنی کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

کائنات

آپ کائنات پر اور اسکے ساتھ سورج' چاند' ستاروں اور راس منڈل پر غور کیجئے جو ایک واضح فرمان اور فیصلے کے تحت دائماً چکر لگا رہے ہیں تا کہ چاروں موسموں اور شب و روز کی تبدیلیوں سے زمین کے باسیوں اور انواع واقسام کے جانوروں اور پودوں کو لاتعداد فائدے حاصل ہو سکیں۔ کوئی عقل مند انسان کیا یہ سوچ سکتا ہے کہ اس طرح کا منظم منصوبہ جس پر پوری کائنات کے نظم وضبط کا انحصار ہے بغیر کسی خالق مطلق کے وجود میں آ سکتا ہے؟

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ سب محض اتفاق سے ہو گیا ہے تو وہ یہی بات پن چکی کے بارے میں کیوں نہیں کہتا جس کو وہ گھوم گھوم کر درختوں اور پودوں سے بھر پور باغ کو پانی دیتا ہوا دیکھتا ہے۔ وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ پن چکی کے کل پرزے ایک مخصوص خاکہ کے مطابق بنائے گئے ہیں تا کہ باغ اور اسکی تمام اشیاء کی ضرورتیں پوری ہو سکیں۔

اگر پن چکی کے بارے میں بھی اسکی رائے وہی ہو تو اسکے خیالات سُن کر لوگ اسکے متعلق کیا رائے قائم کریں گے! لوگ یہی کہیں گے کہ یہ ایک کند ذہن احمق انسان ہے جس کے سر میں گدھے کا بھیجا بھرا ہوا ہے۔ کیا اسے نظر نہیں آتا کہ ایک ساکت اور بے عقل پن چکی کے کل پرزے باغ کی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے مکمل موزونیت کے ساتھ کس طرح خود بخود وجود میں آ سکتے ہیں! کوئی معقول انسان یہ بات تسلیم کر سکتا ہے؟

اگر یہ شخص معمولی جتن اور ہنر سے بنی ہوئی لکڑی کی پن چکی کے بارے میں اس بات کی تردید نہ کر سکے کہ یہ کاریگری کسی خاکہ اور منصوبہ کا نتیجہ ہے تو پھر وہ یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ انسانی عقل سے ماوراء اس عظیم الشان کائنات میں پھیلی ہوئی مصنوعات جو اس زمین اور اسکے عناصر کیلئے

Marfat.com

کام کر رہی ہیں وہ بغیر کسی مہارت، خاکہ یا مقصد کے محض اتفاق سے وجود میں آ گئی ہیں؟ جس طرح پن چکی کے کسی چوبی حصہ میں نقص کی پہچان کر سکتا ہے تو کیا انسان کے پاس کوئی ایسا ذریعہ بھی ہے جس سے وہ آسمان میں پیدا کسی نقص کی شناخت کر سکے؟

لیل و نہار

دن اور رات کے متعلقہ اوقات پر ذرا غور کیجئے۔ مخلوقات کے فائدے کیلئے انکی ترتیب کس طرح کی گئی ہے۔ دن اور رات پندرہ گھنٹوں سے زیادہ تجاوز نہیں کرتے ہیں۔

آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر دن ایک سو یا دو سو گھنٹوں پر پھیلا ہوا ہوتو جانور اور پودے فنا ہو جائینگے۔ اتنے طویل عرصہ میں آرام اور سکون کے بغیر چوپائے چرتے چرتے ہی مر جاتے اور اسی طرح بغیر رکے کام کرنے سے انسان کی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہو جاتا۔ دن کی طویل تمازت سے پودے سوکھ جاتے۔

اگر رات بھی اسی طرح طویل ہو جائے تو جاندار مخلوق کیلئے اپنی غذا تلاش کرنا ممکن نہ ہوتا اور نوبت فاقوں تک پہنچ جاتی۔ پودے بھی اپنی حیات بخش گرمی کھو کر اسی طرح نابود ہو جاتے جس طرح آپ ان پودوں کو مرتا دیکھتے ہیں جو ایسی جگہ پر ہیں جہاں انھیں دھوپ نصیب نہیں ہوتی۔

گرمی اور سردی

گرمی اور سردی کی بڑھتی گھٹتی اور یکساں رہتی گردش پر اور اسکے نتیجہ میں ہمارے فائدے کیلئے چار موسموں کے یکے بعد دیگرے آنے پر غور کیجئے۔

اس کی وجہ سے جسموں کی اصلاح ہوتی ہے اور اُن میں توانائی آتی ہے، صحت اچھی اور عمر دراز ہوتی ہے کیونکہ اگر جسمانی ڈھانچوں پر گرمی اور سردی کے اثرات بدل بدل کر نہ پڑتے رہیں تو یہ اجسام زوال پذیر ہو کر لاغر ہو جائینگے۔

Marfat.com

یہ دونوں (گرمی اور سردی) رفتہ رفتہ اور آہستگی سے ایک دوسرے کی جگہ لیتے ہیں۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ایک میں بتدریج اضافہ کے ساتھ ساتھ دوسرے میں آہستگی سے تخفیف بھی ہو رہی ہے۔ اگر ایک یکا یک دوسرے پر نازل ہو جائے تو اس سے سخت نقصان پہنچنے اور جسموں کو بیماری لگنے کا خدشہ رہتا ہے۔ جس طرح گرم حمام سے فوراً باہر سرد مقام پر نکلنے سے انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ قادر مطلق اللہ نے گرمی اور سردی کیلئے رفتہ رفتہ تبدیلی مقرر کی ہے تاکہ فوری تبدیلی سے پہنچنے والے نقصان سے انسان کو محفوظ رکھا جائے۔

اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ گرمی اور سردی کی یہ تدریجی تبدیلی دراصل دن کے وقت سورج کی حرکت اور جھکاؤ کا نتیجہ ہوتی ہے تو اس سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ سورج کی حرکت اور اسکے درجہ بہ درجہ جھکاؤ کا سبب کیا ہے جن کا اثر گرمی اور سردی کی سست رفتاری پر پڑ رہا ہے۔ اگر اسکا جواب یہ ہو کہ یہ مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلے کی وجہ سے ہوتا ہے تو اس سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اس طرح کی ضابطہ بندی کیوں ہوئی ہے۔ اس طرح کے سوال اور جواب مسلسل ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ خالقِ مطلق، مقصد اور نمونے کی ضرورت کا مجبوراً قائل ہو جائیگا۔

تمازت کے بغیر سخت اور کڑوے پھل پوری طرح تیار ہو کر رسیلے اور میٹھے نہیں ہو سکتے تاکہ انھیں تازہ بہ تازہ یا خشک کر کے کھایا جا سکے۔ سردی کے بغیر مکئی کی بالیاں اپنی ٹہنیوں پر اتنی افراط میں پیدا نہیں ہو سکتیں کہ غذا اور بیج کیلئے کافی ہو سکیں۔

کیا آپکو اس بات کا شعور نہیں ہے کہ گرمی اور سردی کے فائدوں اور انکی خوبیوں کے ساتھ ساتھ یہ دونوں موسم جسموں کی تکلیف کا بھی سبب بن سکتے ہیں؟ جو لوگ اس پر غور کرتے ہیں ان کو اس میں یہ سبق اور ثبوت ملتا ہے کہ قادر مطلق کے منصوبے کے ذریعہ یہ ساری کاروائی کائنات اور اس میں بسنے والے افراد کی بھلائی کیلئے کی جارہی ہے۔

اب میں آپکو ہوا کی نعمتوں سے بھی آگاہ کر دوں۔ جب ہوا چلنا بند ہو جاتی ہے تو سانس گھٹنے لگتی ہے۔ صحت مند لوگ بیمار ہو کر کمزور ہو جاتے ہیں۔ پھل خراب اور سبزیاں سڑنے لگتی

Marfat.com

ہیں۔ جسموں میں جراثیم سرایت کر جاتے ہیں اور اناج دانوں میں کیڑا لگ جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادر مطلق کے منصوبے میں ہوا کی روانی مخلوقات کے فائدے کیلئے ہوتی ہے۔

یہاں ہوا کی ایک اور خاصیت بیان کی گئی ہے۔ دو اجسام کے تصادم سے آواز پیدا ہوتی ہے اور ہوا اس آواز کو اڑا کر کانوں تک پہنچاتی ہے۔ اپنے روزمرہ کے کاموں میں سارے انسان دن میں اور رات میں مسلسل بولتے رہتے ہیں۔ اگر بول چال کا نقش ہوا میں اسی طرح مستقل رہ جائے جس طرح لکھائی کا نقش کاغذ پر رہ جاتا ہے تو پوری فضا گفتگو کی آوازوں سے بھر جائیگی اور لوگوں کیلئے بے چینی اور حیرانی کا سبب بنے گی۔ لہٰذا فضائی ہوا میں تبدیلی کی ضرورت تھی اور یہ ضرورت کاغذ کی تبدیلی سے زیادہ اہم تھی کیونکہ انسان تحریر سے زیادہ تقریر پر زور دیتا ہے۔

ساری حمد اُس خالقِ کائنات کیلئے ہے جس نے ایک ایسا پر اسرار وسیلہ بنایا ہے جس کے تحت دنیا کے لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے ہوا میں آواز کا نقش خاطر خواہ وقت تک برقرار رہتا ہے اور پھر وہی ہوا دوسرے نقوش وصول کرنے کیلئے صاف ہو جاتی ہے۔

طبعی اجسام کی زندگی کیلئے ہوا بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ جب ہم سانس لے کر باہر کی ہوا اپنے جسم میں داخل کرتے ہیں تو وہ ہماری جان کا سہارا بن جاتی ہے۔ یہی ہوا آواز کی لہروں کو دور دراز مقامات تک پہنچانے کا وسیلہ ہوتی ہے۔ یہی ہوا خوشبو کو جگہ بہ جگہ پہنچاتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ یہ ہوا کس طرح مختلف اقسام کی خوشبوئیں آپکی ناک تک پہنچاتی ہے۔ اسی طرح ہوا مختلف آوازوں کو بھی پہنچاتی رہتی ہے۔ یہی ہوا تمازت اور ٹھنڈک کی بھی باربردار ہے جو دنیا کے فائدے کیلئے باقاعدگی کے ساتھ باری باری آتے ہیں۔ ہوا کے جھونکوں سے متعدد جسمانی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ عمومی بھلائی کیلئے ہوا بادلوں کو مختلف مقامات پر لے جا کر بارش برساتی ہیں جس سے پودے پھولتے پھلتے ہیں اور غذائی اجزا نرم اور رسیلے ہو جاتے ہیں۔ یہ پانی کو ٹھنڈا کرتی ہے۔ یہ آگ کو بھڑکاتی ہے جس سے سیلن خشک ہو جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ زمین کی تمام چیزوں کو ہوا سہارا دیتی ہے اور اُن میں جان ڈالتی ہے۔ ہوا کے جھونکوں کے بغیر نباتات سوکھ

Marfat.com

جائینگے' جاندار نابود ہو جائینگے اور ہر چیز فنا ہو جائیگی۔

زمین

آپ اُن چار بنیادی اجزاء پر غور کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ہیں تا کہ وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو مناسب طریقہ سے پورا کر سکیں۔ ان میں سے ایک زمین اور اسکی وسعت ہے۔ اگر زمین اتنی وسیع نہ ہوتی تو وہ انسانی ضرورتوں مثلاً تعمیرات' زراعت' سبزہ زاروں' جنگلوں' قیمتی جڑی بوٹیوں' بیش بہا معدنیات وغیرہ کیلئے کس طرح کافی ہو سکتی تھی؟

ہو سکتا ہے کوئی شخص ایسے بے شجر گھاس کے میدانوں اور ہولناک ویرانوں کو پسند نہ کرتا ہو اور انکی افادیت پر اعتراض کرے۔ یہ سب جانوروں کے مسکن اور انکی بودوباش اور غذا حاصل کرنے کے علاقے ہیں۔ اگر لوگ نقل مکانی کرنا چاہیں تو اسکے لئے وسیع علاقے موجود ہیں۔ انسانوں کی مستقل آبادکاری سے متعدد ویرانے سرسبز و شاداب باغات اور عالیشان عمارتوں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ اگر زمین اتنی وسیع نہ ہوتی تو انسان خود کو تنگ حصاروں میں مقید محسوس کرتا اور تنگ حالی کے باوجود اپنے گھروں سے نکلنے کا راستہ نہ پاتا۔

آپ اب زمین کی بناوٹ پر غور کیجئے کہ اسکا توازن ایسی عمدگی سے رکھا گیا ہے کہ وہ ساری مخلوقات کی سکونت کیلئے انتہائی موزوں بن گئی ہے۔

انسان اب اس پر گھوم پھر سکتا ہے' آرام اور سکون حاصل کر سکتا ہے اور اطمینان سے زراعت اور دوسرے کاروبار کر سکتا ہے۔ اگر زمین خمیدہ ہوتی تو اس پر عمارتیں کھڑی کرنا یا کاروبار کرنا ناممکن ہو جاتا۔ مستقل زلزلوں کی حالت میں انسان کس طرح خوشگوار زندگی گزار سکتا ہے۔ اس صورت حال کا اندازہ آپ اُن مختصر زلزلوں سے کر سکتے ہیں جن سے ڈر کر لوگ اپنے گھروں سے باہر بھاگ جاتے ہیں۔ لہٰذا اگر زمین ہمیشہ ہچکولے کھاتی رہے تو انسان کو کس طرح آرام اور سکون مل سکتا ہے؟

Marfat.com

اگر کوئی نقاد یہ سوال کرے کہ زلزلہ کیوں آتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ زلزلے اور اسی طرح کی دوسری آفتیں دراصل انسان کو سیاہ کاریوں سے بچانے کیلئے قدرت کی طرف سے فہمائش اور تنبیہ ہے۔ اسی طرح انسان کے طبعی اجسام میں تکلیفوں اور انکی املاک کی تباہیوں کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ اسکے نتیجہ میں انسان کی اصلاح اور بہبود ہو سکے۔ اگر وہ پارسا بن جاتے ہیں تو ان کو دنیاوی مال و دولت سے کہیں زیادہ انعام آخرت میں ملے گا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انھیں اسی دنیا میں فوراً انعام مل جاتا ہے تاکہ یہ انعام عام لوگوں کی فلاح میں استعمال کیا جاسکے۔

زمین اپنی ماہیت میں سرد اور خشک ہے اور اسی طرح پتھر بھی ہیں۔ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ اگر زمین کو پتھر جیسی ہونے کیلئے تھوڑی خشکی اور دیدی جاتی تو کیا اس پر نباتات نمو پا سکتی تھیں جن پر جانداروں کی زندگی کا انحصار ہے؟ کیا اس پر کسی قسم کی زراعت ہو سکتی تھی یا کوئی عمارت کھڑی کی جاسکتی؟ آپ دیکھیں گے کہ زمین میں پتھر سے کم یبوستگی ہوتی ہے اور اُسے استوار رکھنے کیلئے اسکی ماہیت میں لچک اور ملائمت پیدا کی گئی ہیں۔

جلیل القدر قادر مطلق اللہ تعالیٰ نے زمین کی ساخت کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ شمال سے جنوب کی طرف ایک تدریجی نشیب میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس طرح کیوں بنایا ہے؟ ~~تاکہ~~ زمین کو سیراب کرنے کے بعد بچا ہوا زائد پانی سمندر کی طرف چلا جائے جس طرح مکان کی چھت پر ایک جانب نشیب دیا جاتا ہے تاکہ پانی چھت پر جمع ہونے کے بجائے آسانی سے نیچے بہہ جائے۔ اسی وجہ سے زمین کی سطح ڈھلوان رکھی گئی ہے۔ اگر وہ ایسی نہ ہوتی تو پوری زمین کھڑے پانی سے دلدل بن جاتی جسکے نتیجہ میں کاروبار اور مواصلات میں خلل پڑ جاتا۔

Marfat.com

اسی طرح اگر ہوا اس فروانی سے مہیا نہ کی جاتی تو دھویں اور بخارات کی کثرت سے انسان کا دم گھٹنے لگتا۔ اگر فضا اتنی وسیع نہ ہوتی تو وہ روشنی اور بوجھل بادلوں کیلئے وسیلہ نہیں بن سکتی تھی۔ ہوا کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے جو آپکے لئے کافی ہے۔

آگ

یہی حال آگ کا بھی ہے۔ اگر پانی اور ہوا کی طرح آگ بھی کثرت سے ہوتی تو وہ دنیا کی تمام چیزیں نگل جاتی اور دنیا کی ترقی کیلئے کوئی ذریعہ نہ چھوڑتی۔ لہٰذا اپنے فائدے کیلئے آگ کو قابو میں رکھنے کی ذمہ داری انسان کو سونپی گئی ہے۔

اسی لئے آگ کو لکڑی میں بند کر دیا گیا ہے تا کہ ضرورت پڑنے پر ہی اسے استعمال کیا جا سکے۔ لیکن آگ کو مکمل طور پر بجھانا بھی نہیں چاہیے بلکہ اس میں سے کچھ محفوظ کر لینی چاہیے۔ تاہم یہ بھی ضروری نہیں کہ آگ مسلسل جلتی رہے کیونکہ یہ بات پھر تکلیف دہ ہو جائیگی اور نہ ہی آگ اسقدر پھیلائی جائے کہ وہ قریب کی تمام چیزوں کو غارت کر دے۔ اسکو صحیح اندازہ سے تخلیق کیا گیا ہے تا کہ اسکی خرابیوں سے بچا جا سکے۔

اسکی ایک اور خاصیت یہ ہے کہ یہ صرف انسانوں کے فائدے کیلئے ہے۔ جانوروں کو اسکی ضرورت نہیں ہوتی۔ آگ کی غیر موجودگی سے انسانی معیشت کو بہت نقصان پہنچ سکتا تھا۔ چارپایوں کیلئے آگ کا کوئی مصرف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے چونکہ آگ کے استعمال کو صرف انسانوں تک محدود رکھا ہے اس لئے انسان کو ہتھیلیاں اور انگلیاں عطا ہوئی ہیں تا کہ وہ ان سے آگ جلا کر اسے استعمال کر سکیں۔ جانوروں کو یہ اعضاء عطا نہیں ہوئے ہیں۔ جانور اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کیلئے صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں جبکہ آگ کی غیر موجودگی سے انسان کو دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے۔

Marfat.com

آگ کی ایک ادنیٰ خوبی سے بھی آپ کو آگاہ کردوں جو مفید بھی ہے اور بامصرف بھی یعنی رات کے وقت چند ضرورتیں پوری کرنے کیلئے چراغ جلانا۔ چراغ کے بغیر انسان کی زندگی قبر کا کونہ بن جائیگی۔ رات کی تاریکی میں کوئی کس طرح پڑھ سکتا ہے لکھ سکتا ہے یا کپڑا بن سکتا' سی سکتا یا اس میں ٹانکہ لگا سکتا ہے؟ اُس شخص کی کیفیت کیا ہوگی جو ایک تکلیف دہ بیماری میں مبتلا ہے اور فوری تسکین اور علاج کیلئے مرہم یا پاؤڈر لگانا چاہتا ہے۔

پانی

چشموں' وادیوں اور نہروں سے بہتا ہوا پانی اگر اتنی وافر مقدار میں نہ ہوتا تو انسان کو بہت تکلیف اٹھانی پڑتی کیونکہ اُسے اپنے لئے اپنے چار پایوں اور جانوروں کیلئے زراعت' درختوں اور کھیتوں کیلئے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ساتھ ہی جانور' پرندے' مچھلیاں اور آبی مخلوقات بھی مصیبت زدہ ہو جاتے۔

علاوہ ازیں پانی کے اور بھی فوائد ہیں جن سے آپ واقف تو ہیں مگر اسکی بے اندازہ افادیت اور خوبی سے ناآشنا ہیں۔ بلاشبہ پوری زمین کے سارے جانداروں اور نباتات کی زندگی پانی پر منحصر ہے۔ تاہم پانی سے اور کام بھی لئے جاتے ہیں۔ مختلف مشروبات کو خوشگوار اور ذائقہ دار بنانے کیلئے پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ مختلف ظروف بنانے کیلئے پانی سے مٹی کو نم کیا جاتا ہے۔ اس سے بھڑکتی ہوئی آگ بجھائی جاتی ہے۔ محنت مشقت کرنے کے بعد اپنی تھکن دور کرنے کیلئے انسان پانی ہی سے دوبارہ تازہ دم ہوتا ہے۔ اسی طرح پانی دوسری ضرورتوں میں بھی کام آتا ہے۔ پانی کی قدر و قیمت صرف ضرورت کے وقت ہی معلوم ہوتی ہے۔

ان ساری باتوں کے باوجود اگر آپکو دریاؤں اور سمندروں میں افراط سے بہتے ہوئے پانی کی افادیت پر شک گزرے تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہی پانی انواع و اقسام کے آبی جانوروں اور مچھلیوں کا مسکن بھی ہے۔ یہی پانی موتیوں' مونگوں' یاقوتوں' کہرباؤں اور مختلف قسم کی

Marfat.com

قیمتی اشیاء کا خزانہ ہے۔ پانی کے ذخیروں کے آس پاس خوشبودار ایلوا' جھاڑیاں اور مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہیں۔

مزید برآں پانی دور دراز مقامات کے درمیان نقل و حمل کا ذریعہ بھی ہے مثلاً عراق سے چین اور چین سے عراق کیلئے اور خود عراق کے اندر تجارت کا وسیلہ ہے۔ جانوروں اور آدمیوں کے ذریعہ ترسیل کے علاوہ اگر پانی کا ذریعہ ناپید ہو تو تجارتی اشیاء اپنے پیداواری ممالک میں مقامی صارفوں تک ہی محدود رہیں گی۔ چونکہ ان اشیاء کی بار برداری کا خرچہ انکی لاگت سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے انکی ترسیل کیلئے کوئی شخص کوشش نہیں کریگا۔

اس صورت حال میں دو دشواریوں کا سامنا ہوگا۔ ضرورت کی بہت ساری اشیاء دستیاب نہیں ہونگی۔ اگر ایشیا یا یورپ کے شہروں سے کسی طبی نسخہ کے اجزائے ترکیبی مثلاً مہندی' ایلوا' آلوچہ یا دوسری طبی غذائی دوائیں منگوانی ہوں تو کشتیوں کی غیر موجودگی میں انھیں پیٹھ پر لاد کر کس طرح درمیانی سمندروں کو عبور کیا جائیگا اور وہ کس طرح ہندوستان پہنچ سکتی ہیں اور ہندوستانی انھیں کس طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ دوسری دشواری یہ ہے کہ جو لوگ اپنی کشتیوں سے نفع کما کر اپنی بسر اوقات کرتے ہیں انکا معاشی سہارا ختم ہو جائیگا۔

کھانا پکانے' جسم تازہ کرنے' گیلی اشیاء کو مٹی میں دبانے اور سخت اشیاء کو نرم کرنے وغیرہ کے علاوہ پانی کے فوائد اتنے لاتعداد ہیں کہ انکا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اس قدر واضح ہیں کہ انکی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بارش

آسمان کو دیکھئے جب وہ صاف ہوتا ہے اور جب بارش ہوتی ہے۔ دنیا کے مفاد میں یہ باری باری سے آتے ہیں۔ اگر ایک حالت برقرار رہے تو ابتری پھیل جائیگی۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب بارش مسلسل ہونے لگتی ہے تو سبزیاں اور پودے گلنے سڑنے لگتے ہین۔ جانوروں کے

Marfat.com

اعضاء اینٹھنے لگتے ہیں۔ فضا میں فاضل سردی پھیل جاتی ہے جسکے نتیجہ میں بیماریاں پھیل جاتی ہیں، سڑکوں اور پگڈنڈیوں میں ٹوٹ پھوٹ ہونے لگتی ہے۔ جب آسمان طویل عرصہ تک صاف رہتا ہے تو زمین خشک ہو جاتی ہے اور نباتات مرجھانے لگتے ہیں۔ انسان کی صحت پر بھی اس کا مضر اثر ہوتا ہے۔ ہوا بھی خشک ہو کر بیماریاں لاتی ہے۔

جب یہ دونوں باقاعدگی سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں تو آب و ہوا ہموار ہو جاتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک باری باری ایک دوسرے کے نقص کی تلافی کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح ہر چیز صحیح رہتی ہے۔

ایک نقاد یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ شروع ہی میں یہ تعین کیوں نہیں کیا گیا کہ ایسے مضر اثرات پیدا ہی نہ ہوں۔ اسکا جواب یہ ہوگا کہ انسان کو برے اعمال سے روکنے کیلئے کبھی کبھار اُسے بے آرام کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک بیمار شخص کو شفایاب کرنے کیلئے کڑوی اور بدمزہ دوائی دی جاتی ہیں۔ اسی طرح جب انسان تکبر اور خودستائی کرنے لگتا ہے تو اس کو شرارت سے روکنے کیلئے اور اسکی اصلاح اور فلاح کیلئے اُسے کبھی بے آرام کرنے والی کوئی چیز دینی پڑتی ہے۔ اگر کوئی بادشاہ اپنی رعایا کو انعام و اکرام سے نوازتا ہے تو کیا اسکی سخاوت سے عوام کے دلوں میں اسکا احترام اور ستائش پیدا نہیں ہونگے؟ بھلا اسکا مقابلہ اُن کروڑوں انسانوں سے کسطرح کیا جا سکتا ہے جن کیلئے بارش انکی غذا کا اور پوری دنیا کے پھولنے پھلنے کا ذریعہ ہے؟

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ تھوڑی سی بارش بھی انسان کیلئے کتنی بڑی نعمت ہوتی ہے؟ پھر بھی لوگ اس سے بے پرواہ رہتے ہیں۔ بعض اوقات جب انسان اپنی کوئی معمولی ضرورت پوری نہیں کر سکتا تو اودھم مچانے اور بڑبڑانے لگتا ہے۔ وہ اپنی ادنیٰ ضرورت کو بامصرف اور گراں قدر فوائد پر ترجیح دیتا ہے۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اس اعلیٰ نعمت کی خوبیوں کا پوری طرح اندازہ نہیں لگا سکتا۔ بارش میں پوشیدہ خوش اسلوبی ملاحظہ کیجئے کہ دشوار گزار کوہستانوں میں آب پاشی کیلئے بلندی سے برستی ہے۔ اگر بارش ایک زاویہ سے آئے تو کوہستانوں میں زراعت کیلئے پانی

Marfat.com

نہیں ملے گا۔خودساختہ آب پاشی کے علاقے زیادہ وسیع نہیں ہیں۔

بارش کے پانی سے پوری دنیا سیراب ہوتی ہے۔اکثر اوقات صحراؤں اور پہاڑی علاقوں میں بھی بارش کی وجہ سے زراعت کی جاسکتی ہے اور وافر اناج پیدا کیا جاسکتا ہے۔

لوگوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پانی لے جانے کی تکلیف سے نجات ملتی ہے۔جب کوئی دبنگ شخص پانی کے وسائل پر قبضہ کر کے کمزور فریق کو محروم کر دیتا ہے تو جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔بارشوں سے ایسے امکانات کا بھی تدراک ہو جاتا ہے۔

امرِ الٰہی سے اس کا طریق عمل ایسا بنایا گیا ہے کہ وہ زمین پر چھڑکاؤں کر کے اسے نرم کردیتی ہے تاکہ آبیاری آسان ہو سکے۔اگر وہ سیلاب کی طرح تیزی سے آئیگی تو زمین تر نہیں ہو سکے گی۔سیلاب کی طرح وہ کھڑی فصلوں کو اکھاڑ دیگی۔لہٰذا بارش کو دھیمی بوچھار کرنے پر معمور کیا گیا ہے تاکہ بیج پھوٹ آئیں زمین میں آبیاری ہو سکے اور کھڑی فصلیں تازہ دم رہیں۔

بارش کے اور بھی کئی فوائد ہیں۔اس سے جسموں کو سکون ملتا ہے اور چیزوں کے سڑنے سے جو بدبو پیدا ہوتی پانی اسے صاف کر کے فضا کو پاک کرتا ہے۔باغ کے پودوں کی بیماریاں پانی سے دور ہوتی ہیں۔

اگر کوئی نقاد یہ کہے کہ آیا بارش اپنی شدت سے یا ژالہ باری سے بعض اوقات شدید نقصان نہیں پہنچاتی اور فصلوں کو تباہ نہیں کرتی اور فضا کو مضرِ صحت بنا کر بیماریاں اور تکلیفیں نہیں لاتی ہے؟اسکا جواب یہ ہے کہ یہ خسارہ بھی انسان کی بہتری کیلئے ہوتا ہے تاکہ وہ جرائم سے بچا رہے۔ انسان کو اپنے ایمان کی اصلاح سے جو فائدہ پہنچتا ہے وہ املاک کے نقصان سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

Marfat.com

پہاڑ

مٹی اور پتھر سے بنے ہوئے ان پہاڑوں کو دیکھئے جن کو جاہل لوگ فضول اور غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ان میں عجیب وغریب فوائد مضمر ہیں۔ان میں سے ایک فائدہ برف کا گرنا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر جمع ہونا ہے۔جب برف پگھلتی ہے تو اُس سے چشمے پھوٹتے اور نہریں نکلتی ہیں جن سے ہر شخص مستفید ہوتا ہے۔ان پہاڑوں میں ایسی جڑی بوٹیاں اور ایسے پودے پیدا ہوتے ہیں جو میدانوں اور نشیبی زمینوں میں پیدا نہیں ہوسکتے۔ان پہاڑوں میں شکاری جانوروں کے بھٹ اور غار ہوتے ہیں۔ان پر دفاعی قلعے تعمیر کیے جاتے ہیں۔رہائش کیلئے انکی کاٹ چھانٹ بھی کی جاسکتی ہے۔پتھر کو تراش کر چکیاں بنائی جاتی ہیں۔اُن میں قیمتی جواہرات کی کانیں ہوتی ہیں۔

ان سب کے علاوہ ان میں بہت سی خوبیاں ایسی بھی ہیں جن کو صرف وہی جانتا ہے جس نے انھیں ایک مخصوص اندازہ پر خلق کیا ہے کیونکہ اللہ ہی عالم کون ومکاں ہے۔

کانوں سے برآمد ہونے والی مختلف اشیاء پر غور کیجئے مثلاً گارا' چونا' جپسم' رانگ پارا' تانبہ' ٹین' چاندی' سونا' فیروزہ' یاقوت اور قسم قسم کے پتھر جن سے کولتار' مومیائی' گندھک' مٹی کا تیل وغیرہ بنائے جاتے ہیں جن کو لوگ استعمال کرتے ہیں۔

ایک عقل مند انسان کو آیا یہ بات پُراسرار لگتی ہے کہ یہ سارے خزانے انسان کے استعمال کیلئے رکھے گئے ہیں تاکہ وہ ضرورت کے وقت انھیں کان سے نکال لے۔

تاہم انسان لالچی ہے اور چاہتا ہے کہ گھٹیا دھاتوں سے سونا اور چاندی بنالے۔وہ اس لاحاصل کوشش میں لگا رہتا ہے۔انکے منصوبے کبھی بارآور نہیں ہوتے۔اگر یہ لوگ کیمیا کا علم تلاش کرنے میں کامیاب ہوجائیں تو پھر یہ علم عام ہوجائیگا اور سونا اور چاندی اتنی کثیر مقدار میں بنائے جائنگے کہ انسان کی نظر میں ان کی کوئی وقعت نہیں رہیگی۔کان کنی اور اسکے کاروبار سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ مفقود ہوجائینگے اور بادشاہوں یا کسی اور کو دولت جمع کرنے کا خیال تک نہ آئیگا۔

Marfat.com

تاہم انسان کو تانبے کو پیتل اور شیشہ میں، ٹین کو چاندی میں اور چاندی کو سونے میں بدلنے کا علم دیا گیا ہے جس سے زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہے۔

ذرا دیکھئے کہ انسان کو وہی علم دیا گیا ہے جو زیادہ نقصان دہ نہیں ہے جبکہ ضرر رساں علم روک لیا گیا ہے۔

جب انسان کسی کان میں داخل ہوتا ہے تو اُسے وہاں بہتے پانی کے عمیق چشمے اور نقرئی چٹانیں نظر آتی ہیں۔

اس میں قادر مطلق کی ہنرمندی ملاحظہ کیجئے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان کو اسکے خزانوں کی اور اس کی قدرت کاملہ کی وسعت کا کچھ اندازہ ہو جائے تا کہ انسان یہ جان لے کہ اگر اللہ چاہے تو وہ پہاڑوں کے برابر چاندی ہمیں عطا کر سکتا ہے۔ اللہ یہ کام کر سکتا ہے تاہم اسکا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ جواہرات کی کثرت سے انکی قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے اور پھر انکی طرف کوئی ہاتھ نہیں پھیلائے گا۔

مثال کے طور پر فرض کیجئے کہ ایک شخص کوئی نئی چیز مثلاً ظروف یا دوسری اشیاء ایجاد کرتا ہے۔ جب تک یہ اشیاء کمیاب اور نادر اور قیمتی رہیں گی انکی قدر زیادہ ہو گی اور جب انکی فراہمی مانگ سے تجاوز کر کے ہر ایک جیب تک پہنچ جائیگی تو یہ چیزیں بے وقعت ہو جائینگی۔ ہر چیز کمیاب ہو کر ہی عمدہ سمجھی جاتی ہے۔

نباتات

پودوں پر غور کیجئے جو ہماری مختلف ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ غذائیت کیلئے پھل، جانوروں کیلئے چارہ، ایندھن کیلئے لکڑی اور ہر قسم کی نجاری کیلئے تختے استعمال کئے جاتے ہیں۔ درختوں کی چھال سے، پتوں سے، بڑی اور چھوٹی جڑوں اور گوند سے مختلف فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اپنی غذا کیلئے ہم جو پھل استعمال کرتے ہیں ان پر بھی غور کیجئے۔ اگر وہ شاخوں سے لٹکنے کے بجائے ایک ہی جگہ اکٹھا پائے جائیں تو اس سے ہماری زندگی میں کس قدر خلل پڑ جائیگا۔ غذا تو ہمیں بلاشبہ مل جائیگی لیکن لکڑی کے تختوں، خشک چارہ اور درختوں کے مذکورہ بالا حصوں سے حاصل ہونے والے فوائد ہمیں کہاں مل سکیں گے۔

مزید برآں حسین مناظر اور سرسبز و شاداب نباتات سے جو مسرت حاصل ہوتی ہے وہ ساری دنیا کی تفریحات اور رنگ رلیوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

اناج

ذرا دیکھیے کہ زراعت کی نشوونما کا انتظام کس طرح کیا گیا ہے۔ صرف ایک بیج سے سو دانے نکلتے ہیں۔ ایک بیج سے ایک دانہ پیدا ہونا ایک معقول بات ہوتی۔ پھر یہ افراط کس لئے ہے؟ یقیناً یہ عمل اناج میں اضافہ کیلئے ہوتا ہے تاکہ اگلی فصل آنے تک خوراک کا انتظام بھی رہے اور کسانوں کیلئے بیج کا اہتمام بھی ہو جائے۔

درختوں، نباتات اور کھجور کے درخت کا بھی یہی حال ہے۔ یہ سب کثیر تعداد میں پھل دیتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ جڑ ایک ہوتی ہے مگر اسکی شاخیں متعدد ہوتی ہیں۔ کیوں؟ وہ اس لئے کہ لوگوں کے استعمال کے بعد بیجوں کے ذریعہ انکی نسل کی افزائش ہوتی رہے۔ اگر صرف ایک جڑ رہے اور اس میں سے شاخیں کثیر تعداد میں نہ نکلیں تو ایسے درخت سے بیج بونا اور دوسرے کاموں کیلئے کچھ نکالنا ممکن نہیں ہوگا۔ کسی ناگہانی آفت سے اگر اصلی درخت گر جائے تو اسکی جگہ دوسرا پودا لگانا ممکن نہیں ہوگا۔

دالوں پر اور لوبیا کے دانوں پر غور کیجئے۔ جنین کی طرح یہ بھی تکلیف سے بچنے کیلئے سخت ہونے تک پھلیوں میں بڑھتے رہتے ہیں۔ گندم کے دانے اور اسی طرح کا دوسرا اناج بھی نوک دار اور سخت چھلکوں میں تہ بہ تہ رہتے ہیں تاکہ پرندوں سے محفوظ رہ سکیں اور کسانوں کو وافر پیداوار

Marfat.com

مل سکے۔

اگر کوئی نقاد یہ پوچھے کہ پرندوں کو گندم وغیرہ کے دانوں سے کیوں محروم کیا گیا ہے تو اسکا جواب یہ ہوگا کہ بلاشبہ انکو بھی دانے ملتے ہیں کیونکہ پرندے بھی اللہ تعلیٰ کی مخلوق ہیں۔ اللہ نے زمین کی پیداوار میں انکا حصہ بھی رکھا ہے۔ ان خولوں سے دانوں کی حفاظت ہوتی ہے تاکہ پرندے پوری پیدوار پر قبضہ نہ کرسکیں اور بے جا اسراف کر کے نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اس طرح کی حفاظت کے بغیر پرندے ان دانوں پر دھاوا بول کر انھیں چٹ کر جاتے اور اسکے نتیجہ میں بدہضمی کا شکار ہو جاتے جو انکے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا۔ کسانوں کو بھی نقصان اٹھانا پڑتا۔ لہٰذا یہ حفاظتی خول مہیا کئے گئے ہیں۔

پرندوں کو جتنے دانے ملتے ہیں وہ انکے گزارے کے لئے کافی ہوتے ہیں اور دانوں کا بڑا حصہ انسان کے کام آتا ہے۔ ان دانوں پر انسان کا حق زیادہ ہے کیونکہ وہ اس کے لئے محنت کرتا ہے اور اناج کی ضرورت انسان کو پرندوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

پودوں کی افزائش

پودوں اور مختلف اقسام کے نباتات کی افزائش پر غور کیجئے۔ ان کو بھی جانوروں کی طرح غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم انکے منہ نہیں جن سے وہ خوراک حاصل کرسکیں اور نہ ہی وہ چل پھر کر اپنا کھانا حاصل کرنے کیلئے کام کاج کر سکتے ہیں۔ لہٰذا انھیں یہ صلاحیت دی گئی ہے کہ وہ زمین سے اپنی غذا حاصل کر کے اپنی شاخوں، پتوں اور پھلوں تک پہنچائیں۔ زمین انکے لئے ماں کا کام دیتی ہے جس سے وہ اپنی جڑوں کے ذریعہ غذا چوس لیتے ہیں جس طرح جانوروں کے بچے اپنی ماں کے پستانوں سے دودھ پیتے ہیں۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسّی سے مضبوطی کے ساتھ بندھے ہوئے استادہ میخیں خیموں اور چھولداریوں کو سہارا دیتے ہیں تاکہ وہ گرنے یا خمیدہ ہونے نہ پائیں۔ اسی طرح آپ دیکھیں

Marfat.com

گے کہ ہر پودا جو زمین سے ابھرتا ہے اسکی جڑ چاروں طرف پھیل کر اسے سہارا دیتی ہے۔ تناور درخت اور کھجور کے پیڑ اسی وجہ سے طوفانوں کی زد میں مضبوطی سے کھڑے رہتے ہیں۔

تخلیق کی ہنرمندی ملاحظہ کیجئے جو انسان کی کاریگری سے مقدم ہے۔ درختوں کی استادگی کا منصوبہ چونکہ پہلے سے موجود تھا اس لئے انسان نے میخوں اور ڈنڈوں کے ذریعہ خیمے کھڑے کرنا دراصل درختوں ہی سے سیکھا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ درختوں کو کھڑے رکھنے میں جو ہنر استعمال ہوا ہے اس کی نقل کر کے انسان نے یہ مہارت حاصل کی ہے۔

پتے

اگر آپ پودوں کے پتوں پر غور کریں گے تو آپکو انکی ساخت کے طول و عرض میں جڑوں جیسا نظام جاری و ساری نظر آئے گا۔ بعض پتوں میں باریک رگیں موٹی رگوں سے جڑی ہوتی ہے۔ اگر انسان کو اپنے ہاتھ سے یہ پتے بنانے پڑیں تو وہ ایک درخت کیلئے بھی یہ کام ایک سال میں ختم نہیں کر سکتا۔ انسان کو یہ کام نمٹانے کیلئے آلات، خاکے اور ہدایت کی ضرورت ہوگی۔

موسمِ بہار کے چند دنوں ہی میں پھول اور پتے اس فراوانی سے نکلتے ہیں کہ بغیر کسی محنت کے پہاڑ اور میدانی علاقے ان سے بھر جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعلیٰ کا باکمال نظام ہے۔

ان باریک رگوں میں جو اصول کام کر رہا ہے اُس سے بھی آپکو واقفیت ہونی چاہیے۔ پتوں کی آبیاری کیلئے انکی بناوٹ میں یہ رگیں گندھی ہوتی ہیں جس طرح سے انسانی جسم میں رگوں کا نظام جسم کے پورے حصوں میں خون پہنچاتا ہے۔

پتوں کی موٹی رگوں میں ایک اور خوبی بھی ہے۔ اپنی لچک اور مضبوطی کی وجہ سے وہ پتے کو پھٹنے سے بچانے کیلئے اسکا تن بدن مضبوطی سے جکڑے رہتے ہیں۔ یہ پتے کپڑے سے بنائے ہوئے مصنوعی پتوں جیسے ہوتے ہیں جن کے طول و عرض میں سہارے دیے جاتے ہیں تاکہ ٹکڑے ہونے سے بچے رہیں۔ لہٰذا انسان کی مصنوعی کاریگری درحقیقت فطرت کی پیروی ہے

Marfat.com

اگر چہ مصنوعی چیز اصل کی ماہیت کبھی نہیں پا سکتی۔

بیج

پھل کے اندر دبی ہوئی گٹھلی پر غور کیجئے۔ اگر کسی آفت سے درخت گر جائے تو اسکے بدلے میں یہ گٹھلی اس پھل کی افزائش کا کام دیتی ہے۔ یہ بڑی کارآمد چیز ہے جسے سنبھال کر رکھا جاتا ہے تاکہ اگر کسی جگہ حادثہ سے درخت کو نقصان پہنچا ہے تو دوسرے مقام پر گٹھل کے ذریعہ تلافی کی جا سکے۔ اپنی سختی کے سبب گٹھلی پھل کو زیادہ نرم اور رسیلا نہیں ہونے دیتی۔ اگر گٹھلی نہ ہوتو پھل پولا ہو کر پھٹ جائیگا۔

بعض گٹھلیاں کھانے کے قابل ہوتی ہیں اور بعض میں سے مختلف ضرورتوں میں استعمال کے لئے تیل نکالا جاتا ہے۔ چونکہ آپکو گٹھلی کا مصرف معلوم ہو گیا ہے لہٰذا اب آپ کھجور کی گٹھلی اور انگور کے بیج کے گرد گودے پر اور انکی خوبیوں اور بناوٹ پر بھی غور کیجئے جبکہ یہ امکان بھی ہو سکتا تھا ان میں کوئی ایسی چیز پیدا ہو جائے جو کھانے کے قابل نہ ہو جیسا کہ صنوبر اور سفیدے کے درختوں میں ہوتا ہے۔ یقیناً یہ اسی لئے ہے کہ انسان کو لطف اندوز ہونے کیلئے خوش ذائقہ غذا ملتی رہے۔

پودوں کی دوسری خوبیوں پر بھی غور کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ان پر موسم خزاں اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ انکی حیات بخش گرمی شاخوں میں محفوظ ہو جاتی ہے اور پھل بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ موسم بہاران درختوں کو پتوں سے ڈھانک دیتا ہے اور آپکو ہر قسم کے پھل اسی طرح دستیاب ہوتے ہیں جس طرح باری باری سے تیار کئے ہوئے کھانے آپکے آگے چنے جاتے ہیں۔ ذرا دیکھئے یہ ڈالیاں کس طرح اپنے ہاتھوں سے آپکو پھل پیش کر رہی ہیں۔

ٹہنیوں پر لگے پھولوں کو آپ بڑے شوق سے دیکھتے ہیں گویا کہ وہ خود پیش ہو رہے ہوں۔ یہ سارا منصوبہ کس نے بنایا ہے؟ یقیناً اسی نے جو قادر مطلق ہے اور اس سے کیا مقصد

Marfat.com

حاصل ہوتا ہے؟ یقیناً یہ کہ انسان پھلوں اور پھولوں سے لطف اٹھائے۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ ان نعمتوں پر شکر گزار ہونے کے بجائے انسان عطا کرنے والے کا ہی انکار کرتا ہے۔

انار

انار پر اور اسکو پیدا کرنے میں جس مہارت اور ذکاوت سے کام لیا گیا ہے ذرا اس پر بھی غور کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ اسکے اندر گولائی میں دانے تہ بہ تہ اس طرح رکھے گئے ہیں گویا کہ انھیں ہاتھ سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اِن دانوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر حصہ کو ایک نازک اور نفیس پٹی سے لپیٹا گیا ہے اور یہ سب ایک بیرونی چھلکے میں ملفوف ہیں۔

اس میں فنکارانہ مہارت یہ ہے کہ گودے کی نشو ونما میں چونکہ دانے ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتے اس لئے غذا کی فراہمی کیلئے ایک وسیلہ کے طور پر انار کے اندر ایک جھلی رکھی گئی ہے جس کے ساتھ یہ دانے اور گودے جڑے ہوتے ہیں۔ یہ جھلیاں دانوں کو اپنی جگہ مستحکم رکھنے میں مدد دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں ایک سخت چھلکا ان کو بیرونی نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔

انار کے متعلق یہ چند نکات ہیں اور اگر کوئی شخص اسکی تفصیل چاہتا ہے تو وہ ان میں کئی اور نکات کا اضافہ کر سکتا ہے۔ تاہم یہاں بیان کردہ نکات دلیل اور ہدایت کیلئے کافی ہیں۔

بیلیں

اس کمزور بیل کو ذرا دیکھیے۔ یہ بیلیں بھاری کدو، کھیرے اور خربوزے پیدا کرتی ہیں۔ انکی بناوٹ میں کیسی ہوشیاری سے کام لیا گیا ہے۔ چونکہ بیل کو بھاری پیداوار کا بوجھ اٹھانے پر مامور کیا گیا ہے اس لئے پودے کی ساخت اس طرح بنادی گئی ہے کہ وہ زمین پر پھیلتا رہے۔ اگر یہ بیلیں استادہ پودوں کی طرح ہوتیں تو ایسی بوجھل پیداوار نہیں دے سکتی تھیں۔ وہ پھل پکنے سے پہلے ہی ٹوٹ جاتیں۔ دیکھیے تو کہ وہ زمین پر کس طرح پھیلتی ہیں تا کہ انکی پیداوار کا بوجھ

Marfat.com

زمین پر ہی رہے۔ آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ کدو اور خربوزے کی بیلوں کی جڑیں اپنی پیداوار کے اطراف پھیلی رہتی ہیں جیسے کہ ایک بلی لیٹ کر اپنے بچوں کو دودھ پلا رہی ہو۔

اس حقیقت پر بھی غور کیجئے کہ یہ بیلیں صرف ایک مقررہ موسم ہی میں پیدا ہوتی ہیں کیونکہ موسم گرما کی شدید حدت انھیں راس آتی ہے اور لوگ انکا خوشی سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ اگر وہ موسم سرما میں پھلنے پھولنے لگیں تو لوگ انکی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے۔ علاوہ ازیں سردی میں اُن سے بیماری پھیل سکتی ہیں۔ بعض اوقات سردی میں بھی کھیرے پیدا کئے جاتے ہیں۔ تاہم لوگ ان سے عموماً اجتناب کرتے ہیں سوائے ان پیٹو لوگوں کے جن کو نقصان یا بیماری کا احساس ہی نہیں ہوتا ہے۔

کھجوروں کا درخت

کھجور کے درخت پر غور کیجئے۔ ان میں مادہ درخت بھی ہوتے ہیں جنکی تخم ریزی کیلئے نر درخت لگائے جاتے ہیں۔ یہ نر درخت ان جانوروں کی طرح ہوتے ہیں جو تخم ریزی تو کرتے ہیں مگر خود بانجھ ہوتے ہیں۔

کھجور کے تنے پر غور کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ ایک جال کی طرح بُنا ہوا ہے اگرچہ اس میں لمبے ڈورے نہیں ہوتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے ایک پارچہ اس کے گرد باندھا گیا ہے تاکہ درخت مضبوطی سے کھڑا رہ کر تیز ہواؤں کا مقابلہ کر سکے اور پھلوں کے بھاری خوشوں کو سنبھال سکے اور بالاخر چھتوں اور پلوں میں استعمال کے کام آ سکے۔ آپ اسکے طول و عرض میں باہم بُنے ہوئے دھاگے دیکھیں گے۔ یہ تنا اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ اس سے اوزار بھی بنائے جا سکتے ہیں۔ اگر یہ پتھر کی طرح سخت ہوتا تو یہ عمارتوں' دروازوں' جالیوں' تختوں اور صندوقوں وغیرہ میں بطور لکڑی استعمال نہیں ہو سکتا تھا۔

Marfat.com

لکڑی

لکڑی میں ایک زبردست خوبی ہے۔ یہ پانی پر تیرتی ہے۔ یہ بات ہر شخص جانتا ہے مگر اسکی پوری افادیت سے واقف نہیں ہے۔ اگر اس میں یہ خاصیت نہ ہوتی تو کشتیاں کس طرح بنائی جاسکتی تھیں جو تجارتی مال کے انبار شہر شہر لے جاتی ہیں۔ تجارت کا سامان انکے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں کتنی تکلیف اٹھانی پڑتی۔ استعمال کی بہت سی چیزیں بازار سے غائب ہو جاتیں یا بھاری قیمت پر دستیاب ہوتیں۔

جڑی بوٹیاں

ان جڑی بوٹیوں پر غور کیجئے جن میں سے ہر ایک کو دواؤں کی خاصیتیں عطا کی گئی ہیں۔ یہ بوٹیاں جوڑوں تک سرایت کر کے وہاں سے فضلات اور زہریلے مادے خارج کر دیتی ہیں۔ مثلاً شاہترا۔ بعض مالیخولیہ سے نجات دلاتی ہیں مثلاً اتی مون۔ بعض اپھارے کو رفع کرتی ہیں مثلاً سرکہ، بعض دوسری بوٹیاں سوزش کو جذب کر لیتی ہیں مثلاً جنگلی انگور وغیرہ وغیرہ۔

پھر کس نے ان کو ایسی خاصیتیں عطا کی ہیں؟ یقیناً اُسی اللہ نے جس نے انھیں ایک مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔ کس نے انسان کو انکا علم عطا کیا ہے؟ یقیناً اللہ ہی نے جس نے ان دواؤں میں یہ خاصیتیں رکھی ہیں۔ یہ سارے معاملات انسان کے علم میں محض اتفاق سے خود بخود کیسے آسکتے ہیں جیسا کہ اتفاق کو ماننے والوں کا دعویٰ ہے؟

چلیئے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ انسان نے یہ سب اپنی عقل، سوجھ بوجھ، غور و فکر اور تجربے سے سیکھا ہے۔ لیکن جانوروں کو کس نے سکھایا ہے؟ بعض جانور جب زخمی ہوتے ہیں تو اچھے ہونے کیلئے بوٹیوں کا استعمال کرتے ہیں۔ بعض پرندوں کو جب قبض ہوتا ہے تو وہ سمندر کے پانی سے جلاب لے کر تندرست ہوتے ہیں۔

شاید آپ انسانوں سے غیر آباد ویرانوں اور میدانوں میں نباتات کی افادیت پر شک

Marfat.com

کریں اور انکی موجودگی کو بے معنی اور بے مقصد تصور کریں۔ لیکن یہ بات نہیں ہے۔ وہاں جنگلی جانور اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ وہاں پائے جانے والے دانوں کو پرندے بطور غذا استعمال کرتے ہیں۔ وہاں کے درختوں کی ٹہنیوں اور لکڑیوں کو انسان بطور ایندھن استعمال کرتے ہیں۔ کچھ اور قابلِ توجہ نکات بھی ہیں۔ وہاں سے ایسا خام مال دستیاب ہوتا ہے جس سے دوائیں بنتی ہیں۔ کھالوں کی دباغت اور کپڑوں کی رنگائی وغیرہ ہوتی ہے۔ انکے علاوہ اور بہت سی خوبیاں بھی ہیں۔

فضول اشیاء

کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ سب سے گھٹیا اور حقیر پودا سرکنڈا ہوتا ہے۔ تاہم ان میں بھی مختلف خوبیاں ہوتی ہیں۔ بادشاہوں اور عوام الناس کے استعمال کے لئے ان سے کاغذ بنایا جاتا ہے۔ ہر کس و ناکس کیلئے ان سے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں۔ شیشہ کے برتنوں کو ٹوٹنے سے بچانے کیلئے انکو بطور ڈھکن استعمال کیا جاتا ہے۔ ان سب کے علاوہ ان میں اور بہت سی خوبیاں ہیں۔

لہٰذا آپ کو چاہیے کہ چھوٹی بڑی، سستی اور مہنگی چیزوں سے جو مختلف فوائد حاصل ہوتے ہیں ان سے سبق حاصل کریں۔ ان سب میں فضول ترین چیز گائے کا گوبر ہے لیکن زراعت اور نباتات کی افزائش میں اسکے فوائد پر بھی غور کیجئے۔ اسکے فائدے اس قدر ہیں کہ انکی مثال نہیں ملتی۔ کوئی سبزی اس وقت تک بامصرف نہیں ہوتی جب تک اس میں کھاد نہ ڈالی جائے جو بذات خود اتنی مکروہ ہوتی ہے کہ اسکے قریب جاتے ہوئے گھن آتی ہے۔

آپکو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کسی شے کی خوبی کا انحصار اس کی قیمت پر نہیں ہوتا ہے۔ دو مختلف منڈیوں میں اس کی دو جدا قیمتیں ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ تجارتی منڈی میں کسی چیز کا کوئی مول نہیں ہوتا مگر یہی چیز علم کے بازار میں بیش بہا سمجھی جاتی ہے۔

ہو سکتا ہے کہ کم قیمت ہونے پر آپ ایک چیز کو بے مصرف سمجھیں۔ اگر کسی کیمیا گر کو انسانی فضلہ کی خاصیتوں کا پتہ لگ جائے تو یہی فضلہ کس قدر بیش قیمت بن جائیگا۔ یہ حقیقت ہے

Marfat.com

کہ کیمیاگری کے بعض تجربات انسان فضلہ کے بغیر نہیں کیئے جا سکتے ہیں۔

نماز کا وقت ہو گیا تھا لہٰذا امام نے مجھے اگلے روز آنے کی ہدایت کی۔ انشاء اللہ۔ امام سے قیمتی معلومات حاصل کر کے میں خوشی خوشی گھر واپس آ گیا اور نہایت آرام سے رات بسر کی۔

Marfat.com

فصل پنجم

چوتھی نشست۔ قدرتی حوادث

حسبِ دستور اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر گزاری کے بعد امام نے کہا" اے مفضل میں نے انسانوں' حیوانات اور نباتات کی صحیح منصوبہ بندی اور نمونہ سازی کے بارے میں آپکو تفصیل سے دلائل اور مشاہدات پیش کر دیے ہیں۔ جو لوگ سبق حاصل کرنا چاہتے ہیں انکے لئے یہ معلومات کافی ہیں۔

اب میں آپکو بسا اوقات ہونے والی ناگہانی آفتوں اور تباہیوں کی تفصیل بتاؤنگا جن کو یہ جاہل لوگ تخلیق اور خالق کی با مقصد تدبیر کی مخالفت میں بطور استدلال پیش کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں میں تکلیفوں اور مصیبتوں کی علتِ غائی کو بھی تفصیل سے بیان کرونگا جس کا انکار دھریے اور مانی فرقہ کرتا ہے اور میں موت اور تباہی کا بھی ذکر کرونگا جن پر یہ فرقے اعتراض کرتے ہیں اور یہ بھی بتاؤنگا کہ اسکے بارے میں قدیم نیچریوں نے کیا کہا تھا۔

قدرتی حوادث

وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ کائنات محض اتفاق سے وجود میں آئی ہے لہٰذا یہ تصریح انکے دلائل رد کرنے میں کام آئیگی۔ اللہ تعالیٰ انھیں غارت کرے۔ انھیں کس طرح گمراہ کر دیا گیا ہے۔
بعض ناسمجھ لوگ بسا اوقات ہونے والے واقعات مثلاً وباؤں' یرقان' ژالہ باری' ٹڈی دل وغیرہ کی تاویل کر کے خالق کی با مقصد تخلیق کی تردید میں اپنی دلیل پیش کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کائنات کا کوئی نمونہ ساز نہیں ہے تو زیادہ شدید آفتیں کیوں رونما نہیں ہوتیں مثلاً کائنات میں مکمل بدنظمی کیوں نہیں پھیل جاتی' زمین ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہیں ہوتی' سورج کا نکلنا کیوں موقوف نہیں ہوتا' دریاؤں کا پانی کیوں خشک نہیں ہو جاتا' ہوا ختم کیوں نہیں جاتی جس کے نتیجہ میں تمام مادے منتشر ہو جاتے' سمندروں کا پانی اُبھر کر زمین کو غرقاب کیوں نہیں کرتا۔

Marfat.com

ایسے حالات کا محافظ کون ہے؟ ان مناظر کے پیچھے کس کی منصوبہ بندی کارفرما ہے؟

جب آپ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی نمونہ ساز یا خالق موجود ہوتا تو اتنا شدید نقصان پہنچانے کیلئے ہمارے پاس ٹڈی دل نہیں آتا اور نہ لاکھوں جانیں لینے کیلئے اس طرح کی موذی وبائیں آتیں اور کھیتوں کو برباد کرنے کیلئے اتنی شدید ژالہ باری نہ ہوتی۔ اگر یہ سب حقیقتیں ہیں تو یہ کائنات منتشر ہو کر پوری دنیا کو تباہ کیوں نہیں کر دیتی ہے؟ سمندر اپنی طغیانی سے زمین کو غرقاب کیوں نہیں کرتے؟ جانداروں کا دم گھوٹنے کیلئے ہوا کیوں نہیں رک جاتی۔ یہ سارے واقعات کیوں رونما نہیں ہوتے ہیں؟

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نمونہ ساز موجود ہے۔ اس طرح کے حالات کو کون روکتا ہے تاکہ کائنات میں نہ تو بدنظمی پھیلے اور نہ اصناف نیست و نابود ہو سکیں اور نہ ہی کامل ہلاکت واقع ہو سکے۔ انسان کے عمل سے کبھی کبھار جو قدرتی نتائج برآمد ہوتے ہیں مثلاً وبائیں' ٹڈی دل' فصلوں اور باغوں کی تباہی' ژالہ باری وغیرہ وہ دراصل ایک تنبیہہ اور اقتناعی تدبیر ہوتی ہے۔ با مقصد تخلیق کے خلاف جو دلیل پیش کی جاتی ہے یہ اسکی تردید ہے۔ میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہ وبائیں اور ٹڈی دل دنیا کو تباہ کرنے کیلئے ہمیشہ جاری کیوں نہیں رہتے ہیں؟ ایسے واقعات کبھی کبھار ہوتے ہیں اور کچھ دیر کے بعد چلے جاتے ہیں۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان ہولناک حادثوں اور آفتوں سے دنیا کی حفاظت کس طرح کی گئی ہے۔ اگر ان آفتوں میں سے ایک بھی اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس دنیا میں واقع ہو جائے تو یہ دنیا مکمل طور پر فنا ہو جائیگی۔ لہٰذا انسانوں کو خبردار کرنے اور انکے چال چلن کی اصلاح کرنے کیلئے یہ آفتیں کبھی کبھار نرمی سے آتی ہیں۔ یہ ہمیشہ نہیں رہتی ہیں بلکہ جب انسان اپنی سلامتی کے بارے میں مایوس ہو جاتا ہے تو ان آفتوں کو وہاں سے ہٹا لیا جاتا ہے۔ یہ آفتیں تنبیہہ کے طور پر آتی ہے اور اللہ کے کرم سے ہٹالی جاتی ہیں۔

Marfat.com

بے ضرر زندگی

جس طرح مانی کے فرقے نے انسانوں پر نازل ہونے والی آفتوں اور مصیبتوں کی سزاواری پر اعتراض کیا ہے اسی طرح دھریے بھی انکی حقیقی نوعیت کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں اور ان آفتوں اور مصیبتوں کو بے معنی قرار دیتے ہیں۔ دونوں یہی کہتے ہیں کہ اگر اس کائنات پر کسی رحم دل اور مہربان خالق کی عمل داری ہوتی تو یہ گھناؤنے واقعات رونما نہ ہوتے۔ اس طرح کی دلیل دینے والا شخص اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ مناسب تو یہ تھا کہ اس دنیا میں انسان بے ضرر زندگی گزارتا۔

اگر ایسا ہوتا تو انسان کا تکبر اور خود غرضی اسے ایسے طرز عمل کی طرف لے جاتے جو مذہب یا اسکی مذہبی زندگی سے ہم آہنگ نہ ہوتا۔ آپ عیش و آرام میں پلے ہوئے ایسے لوگوں کو بھی دیکھیں گے جو عموماً انسانیت اور اپنے پالنے والوں کو بھی فراموش کر دیتے ہیں۔ وہ یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ انھیں کوئی زخم لگ سکتا ہے یا ملال ہو سکتا ہے یا مصیبت پڑ سکتی ہے۔ انھیں یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ ان کو کسی کمزور انسان سے ہمدردی کرنی یا کسی ضرورت مند کی غم گساری کرنی چاہیے۔ ان میں کسی بدبخت سے غم گساری یا کسی کمزور سے ہمدردی یا پریشان لوگوں سے رحم دلی کرنے کا احساس ہی باقی نہیں رہتا۔

تاہم جب خود اُن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اسکی تکلیف محسوس کرتے ہیں اور انھیں سمجھ آتی ہے اور اپنی غفلت اور حماقت پر نادم ہوتے ہیں۔ پھر وہ ایسا طرز عمل اختیار کر لیتے ہیں جو ہمیشہ سے اُن پر لازم تھا۔ اگر اُن پر یہ مصیبت نہ آتی تو وہ اُسی طرح خود کو خدا سمجھتے رہتے اور اپنی زندگیاں رعونت میں گزارتے رہتے اور انھیں کسی کے ساتھ دردمندی یا ہمدردی نہ ہوتی۔ آیا انکا یہ طرزِ عمل انکے مذہب اور اس دنیا کے لئے سود مند ہوتا؟

بلاشبہ نہیں۔ ناقص مذہب کے ساتھ ساتھ انھیں دنیاوی خسارہ بھی برداشت کرنا پڑتا۔ لوگ ان سے نفرت کرتے اور انکی مذمت کرتے۔ ایسے خود غرض لوگ دنیا کے سارے امور مثلاً

Marfat.com

صنعت، تجارت، علم اور باہمی روابط وغیرہ میں انتشار پھیلا دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو ان معاملات کا انکار کرتے ہیں اور انھیں بے معنی تصور کرتے ہیں انکا حال اُن بچوں جیسا ہوتا ہے جو کڑوی اور بدمزہ دوائیں کھانے سے انکار کرتے ہیں اور نقصان دہ غذا سے منع کرنے پر ناراض ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو کام سے نفرت ہوتی ہے اور آزادانہ لہولعب میں مصروف رہنا پسند کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بلا روک ٹوک خرافات اور خورد ونوش میں ہمیشہ مشغول رہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اس طرح کی آرام طلبی اور بے اعتدالی انکی ذہنی، اخلاقی اور جسمانی نشو ونما کو نقصان پہنچائینگی اور یہ کہ خوش ذائقہ مگر نقصان دہ کھانے مختلف بیماریوں اور مرضوں کی تمہید ہوتے ہیں۔ علم حاصل کرنے میں انکی بہتری ہے اوز بدمزہ دواؤں میں انکے لئے بہت سے فائدے موجود ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ انسان کو گناہ سے پاک طرزِ عمل کیوں نہیں عطا کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ کو انھیں تکلیفوں کی چٹکی لینے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ انکے لئے جواب یہ ہوگا کہ ایسی صورت میں انسان نہ تو نیکوکار تسلیم کیا جاتا اور نہ نیکی کا انعام لینے کا حقدار ہوتا۔

اگر وہ مزید یہ کہیں کہ بالفرض کسی شخص کیلیے اگر ہر قسم کا عیش وآرام روا رکھا گیا ہے تو اُسے اپنی نیکی کا کوئی اجر یا انعام نہ بھی ملے تو بھلا اسے کیا نقصان پہنچے گا۔ اسکا جواب یہ ہوگا کہ کسی عقلمند اور صحت مند شخص کو یہ تجویز پیش کی جائے کہ وہ آرام سے بیٹھا رہے اور اسکی ساری ضرورتیں پوری ہوتی رہینگی تو پھر دیکھیے کہ اسکا ذہن یہ تجویز قبول کرتا ہے یا نہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ بلا محنت ومشقت کے بے شمار اشیاء حاصل کرنے کے بجائے وہ اپنی کوشش سے ملنے والی تھوڑی چیزوں پر زیادہ خوش اور مطمئن نظر آئیگا۔ اسی طرح آخرت کے انعامات انہی لوگوں کو خوشگوار لگیں گے جنھوں نے اپنی محنت سے انکو حاصل کیا ہے۔

انسان کو دو نعمتیں عطا ہوئی ہیں۔ اولاً اسکو اسی دنیا میں اپنی محنت کا صلہ مل جاتا ہے۔ ثانیاً اُسے یہ گر سکھایا گیا ہے کہ وہ انعام اپنی محنت سے حاصل کرے تاکہ اپنے کارنامہ پر اُسے زیادہ سے زیادہ اطمینان حاصل ہوسکے۔ فطری طور پر انسان محنت اور استحقاق کے بغیر ملنے والی چیز کی قدر نہیں

Marfat.com

کرتا ہے۔ اسکے برخلاف اس کی نظر میں محنت اور استحقاق سے حاصل ہونے والی چیز کی وقعت زیادہ ہوگی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی زیادہ قدر وہی شخص کریگا جو مقررہ حدود میں رہ کر اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے اور نہ ناجائز چیزوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں دیے جانے والے انعامات اسکی نظر میں اتنے قیمتی نہیں ہونگے جتنے کہ قیمتی وہ انعامات ہونگے جو اسکی شدید مشقت کے صلے میں اُسے ملیں گے۔

بعض لوگ بلا استحقاق ملنے والی عطیات پر بہت خوش ہوتے ہیں تو آپ انہی خطوط پر اُن لوگوں کے متعلق کیا دلیل پیش کریں گے جو آخرت میں ملنے والی نعمتوں پر مطمئن رہتے ہیں؟

انکا جواب یہ ہوگا کہ اگر لوگوں کو یہ یقین ہو جائے کہ انکو آخرت میں بغیر کوشش کیئے نعمتیں مل جائینگی تو اسکے نتیجہ میں ہر قسم کا فتنہ، گناہ، اخلاقی پستی اور بداطواری پھیل جائینگے۔ اس وقت کون اخلاقی خباثت سے گریز کریگا اور نیک عمل اختیار کرنے کی کوشش کریگا جبکہ اس کو یہ یقین ہوگا کہ اسے آخرت میں نعمتیں ضرور ملیں گی۔ اگر سزا اور انتقام کا خوف نہ ہوتو کون اپنی اور اپنے خاندان کی زندگی، عزت اور املاک کی حفاظت کا اس بات پر یقین کرسکتا ہے کہ لوگ انھیں نقصان نہیں پہنچائینگے۔ قیامت سے پہلے ہی لوگوں کو اس طرح کے نقصانات پہنچ سکتے ہیں۔

انصاف اور خوش تدبیری دونوں ہی اس طرح مسترد ہو جائینگے۔ اگر نمونے میں ایسی بے قاعدگی اور ابتری آجائے تو یہ بات قابلِ اعتراض ہوگی۔

وہ لوگ اُن تکلیفوں اور زحمتوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جو عموماً نیک لوگوں پر اثر انداز ہوتی ہیں مگر فتنہ پردازوں کو نقصان نہیں پہنچاتی ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ خالق مطلق کا یہ نمونہ کس طرح موزوں ہوسکتا ہے اور اسکے بارے میں آپ کیا دلیل پیش کرسکتے ہیں؟

اسکا جواب یہ ہوگا کہ اس طرح کی مصیبتیں نیکوکاروں اور شرپسندوں دونوں پر نازل ہوتی رہتی ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے دونوں طبقوں کیلئے فائدے رکھے ہیں۔ نیک لوگ تکلیفیں

Marfat.com

اور زحمتیں ضرور اٹھاتے ہیں لیکن آخرت میں نعمتوں کی بشارت سے اُن میں شکرگزاری اور مستقل مزاجی پیدا ہوجاتی ہے۔ جبکہ شرپسندوں کو ان کی مصیبت برے اعمال سے چھٹکارا دلاتی ہے۔

جن افراد کو ان مصیبتوں سے بچالیا جاتا ہے انکی بہتری کیلئے اس میں ایک فائدہ بھی موجود ہے۔ پارسا لوگوں کیلئے نیک نفسی انکی خوشی اور اعلیٰ اطوار کی ترغیب کا سرچشمہ بن جاتی ہے۔ اگرچہ وہ اسکے اہل نہیں مگر بدکاروں کو بھی نقصان سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ کے کرم کا ایک خصوصی عطیہ ہے۔ مصیبت سے انھیں یہ ترغیب ملتی ہے کہ وہ رحم دلی سے کام کریں اور ان لوگوں کو معاف کردیں جنھوں نے انکو تکلیف پہنچائی ہے۔ ایک نقاد غالباً یہ کہہ سکتا ہے کہ اس طرح کی آفتیں انکی املاک پر بھی آسکتی ہیں اور بسا اوقات انکے جسموں کو بے حد تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ جلنے سے، پانی میں ڈوبنے سے یا سیلاب میں بہہ جانے یا زندہ دفن ہوجانے سے انکی موت واقع ہوسکتی ہے۔

• انکا جواب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں طبقوں کیلئے موت میں بھی بھلائی رکھی ہے۔ نیک لوگ اس دنیا سے رخصت ہوکر تکلیفوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرلیتے ہیں اور شرپسندوں سے گناہ کرنے کی استعداد اس طرح قطع ہوجاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسے اعمال کے نتائج اپنی قدرتِ کاملہ سے بھلائی کی جانب پھیر دیتا ہے جس طرح آندھی سے گرے ہوئے درخت کو ایک اچھا ترکھان کارآمد چیزوں میں تبدیل کردیتا ہے۔

اسی طرح قادر مطلق نمونہ ساز انکی املاک اور جسموں پر آئی مصیبتوں کے نتائج انکی اپنی منفعت اور بہبود کی جانب موڑ دیتا ہے۔ اگر کوئی یہ پوچھے کہ انسان پر یہ مصیبتیں آتی کیوں ہیں تو جواب یہ ہوگا کہ تحفظ کے طویل عرصے میں مبادا انسان گناہ کی طرف مائل نہ ہوجائے اور بدکار مکمل طور پر گناہ میں ملوث نہ ہوجائیں یا پارسا لوگ نیک کاموں میں سستی نہ کرنے لگیں۔

جب لوگوں کو آرام اور چین کا طویل موقع دستیاب ہوتا ہے تو یہ دونوں طرزِ عمل ان پر

Marfat.com

حاوی ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات انھیں خبردار کرتے رہتے ہیں اور برے اعمال سے روکتے رہتے ہیں اور اسی میں انکی بھلائی ہے۔ اگر انھیں تکلیفوں سے مکمل نجات مل جائے تو وہ گناہوں کی حدیں پار کرلیں گے جس طرح سے قدیم زمانوں کے لوگوں نے کیا تھا۔ للہذا زمین کو ان سے پاک کرنے کیلئے انھیں طوفان سے فنا کر دیا گیا۔

موت

منصوبہ اور مقصد کے منکرین کے ذہنوں میں ایک نکتہ اٹکا ہوا ہے یعنی موت اور فنا۔ انکے خیال میں مناسب یہ تھا کہ انسان کو بغیر کسی تکلیف یا مصیبت کے دائمی زندگی عطا ہوتی۔

ضروری ہے کہ اس دلیل کو اسکے منطقی انجام تک لے جا کر دیکھا جائے کہ اسکے نتائج کیا نکلتے ہیں۔ اگر سارے انسان دائمی زندگی گزارنے لگیں تو یہ زمین انکے لئے تنگ ہو جائیگی۔ انکی رہائش، زراعت اور زندگی بسر کرنے کیلئے اشیاء ضرورت کی فراہمی کیلئے کوئی جگہ نہیں بچے گی۔ تاہم موت کی کلہاڑی ہر وقت چلتی رہتی کیونکہ مسکنوں اور زرخیز زمینوں پر جھگڑے بلکہ خونریز لڑائیاں جاری رہتیں اور اگر کوئی نہ مرتا اور نئے افراد کی پیدائش کا سلسلہ جاری رہتا تو صورتِ حال کیا ہوتی؟ اس وقت بھی جبکہ موت کا سلسلہ جاری ہے ہمیں کس قدر دشواریوں کا سامنا ہے۔

اگر کوئی شخص کبھی نہ مرتا تو کون سی چیزیں داؤ پر لگی ہوتیں؟ لوگ طمع، شہوت اور شقاوت سے مغلوب ہو جاتے۔ اگر انہیں دائمی زندگی کا یقین ہو جائے تو کوئی فرد اپنی املاک پر قانع نہیں رہیگا۔ ضرورت مند کو دینے کیلئے کوئی شخص اپنی چیز حوالے کرنا گوارا نہیں کریگا اور نہ کسی بدنصیب کو تسلی دی جائیگی۔ لوگ اپنی زندگی اور دنیاوی معاملات سے تنگ آ جائینگے۔ انسان طویل زندگی سے تھک کر آرام کیلئے موت کی دعا مانگنے لگے گا۔

وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر نوشتہ ازل یہ ہوتا کہ ساری تکلیفیں اور بیماریاں اُن کے پاس سے ہٹالی جائیں تو وہ نہ تو موت کی تمنا کرتے اور نہ ہی اسکے امیدوار ہوتے۔ اسکا جواب یہ

Marfat.com

ہے کہ پھر وہ بدچلن اور نافرمان ہو جاتے۔

اگر وہ یہ کہیں کہ جو پریشانی رہائش گاہوں کی قلت اور گذران کی صورت حال سے پیدا ہوتی ہے اسے دور کرنے کیلئے مزید پیدائش کا سلسلہ روکا جاسکتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ ایسی صورت میں بے شمار مخلوقات اس دنیا میں آنے سے محروم ہو کر اس زندگی میں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بے بہرہ رہ جاتے۔ اس طرح صرف ایک ہی نسل کو تناسل کی استعداد کے بغیر یہاں رہنے کی اجازت مل جاتی۔ اور پھر وہ یہ کہتے کہ اللہ کو چاہیئے تھا کہ وہ تمام انسانوں یعنی موجودہ اور بعد میں آنے والوں کو بیک وقت پیدا کر دیتا۔ انکا جواب وہی ہوگا جو پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ رہائش کی قلت اور سہولتوں کے انتظام کا مسئلہ پھر پیش آجاتا۔ مکانات کی تعمیر کیلئے، زراعت جاری رکھنے اور مواصلات کی انتظام کرنے کیلئے کافی جگہ کہاں مل سکتی تھی۔ جنسی تعلقات کی غیر موجودگی میں قرابت داروں کے درمیان معاشرتی تعلقات ختم ہو جاتے اور سختی اور مصیبت کے وقت کوئی کام نہ آتا۔ والدین کو اولاد پالنے کا لطف کہاں نصیب ہوتا؟

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جب گمان کا رخ با مقصد نمونے سے دور کسی اور طرف مڑ جاتا ہے تو یہ نامعقول، بے معنی اور مہمل لگنے لگتا ہے۔

ناانصافی

شاید ایک نقاد دوسرے نقطۂ نظر سے اعتراض اٹھا کر یہ کہے کہ یہ یقین کس طرح کیا جائے کہ ایک خالق اور نمونہ ساز موجود ہے جبکہ ہم زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ایک طاقتور انسان ہر چیز غضب کر رہا ہے، کمزور کو دبا رہا ہے اور کمزور دب رہا ہے اور ذلیل ہو رہا ہے۔ نیکوکار بدبختی اور مصیبتوں کا شکار ہو رہا ہے اور اوباش تندرست اور دولت مند ہے۔ جو شخص اصولوں کو پامال کرتا ہے اسے فوراً سزا نہیں ملتی۔

لہٰذا اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر کائنات ایک نمونے پر ہوتی تو سارا کاروبار باقاعدگی کے

Marfat.com

ساتھ چلتا رہتا۔ نیک لوگ خوشحال ہوتے اور بدمعاش سزا پاتے' طاقتور کمزور پر ظلم کرنے سے روک دیا جاتا' بدکار سے فوراً بدلہ لیا جاتا۔

اسکا جواب یہ ہے کہ نیکی جو انسان کا خصوصی وصف ہے اسکی قدر باقی نہ رہتی۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وعدوں پر یقین کرنے اور نفس امارہ کو دبا کر صالح طرز عمل اختیار کرنے کا وصف باقی ماندہ مخلوقات میں موجود نہیں ہے۔ ایسی صورت میں انسان چارپایوں جیسا ہوتا جنکو ڈنڈے کے زور پر یا پیٹ پوجا کے ذریعہ قابو میں رکھا جاتا ہے اور انکو تابعدار رکھنے کے لئے ہمیشہ یا تو چھرا دکھانا پڑتا ہے یا چارا دینا پڑتا ہے۔ ابدی مسرت یا عذاب پر یقین کرتے ہوئے کوئی شخص بھی عمل نہیں کریگا۔ لوگ انسانیت سے گر کر حیوانیت کی سطح پر آجائیں گے۔ کوئی فرد بھی روحانی برکتوں کی پرواہ نہیں کریگا۔ انسان فوری حصول کی کوشش میں لگا رہیگا۔ ایک پارسا شخص صرف اپنی روزی اور دنیاوی اسباب کے حصول میں مصروف رہیگا جبکہ ایک اوباش فوری سزا کے ڈر سے ظلم وستم سے باز رہیگا۔ اس طرح انسان کے سارے اعمال فی الحال کے گرد گھومتے رہیں گے۔ انھیں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ انعامات اور سزاؤں کا دور دور بھی خیال نہیں آئیگا اور نہ وہ آخرت میں ابدی نعمتوں کے حقدار رہیں گے۔ ان ساری باتوں سے ایک نازک صورت حال پیدا ہو جائیگی۔

ان سب کے علاوہ نقاد نے جس غربت اور امارت کا ذکر کیا ہے وہ نشانہ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے اور لوگ بھی اس بات سے واقف ہیں کہ دنیا کے مالی وسائل میں سے نیک لوگوں کو بھی حصہ ملتا ہے تا کہ لوگوں کو یہ خیال نہ آئے کہ مہربانیاں صرف منکروں پر ہوتی ہیں۔ اگر نیک لوگوں کو زندگی کی سہولتوں سے محروم رکھا گیا تو لوگ علی العموم شرانگیز طرزِ عمل اختیار کرلیں گے۔ آپ بھی دیکھتے ہیں کہ جب مفسدوں کی شرانگیزیاں حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہیں اور لوگوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچنے لگتا ہے تو انھیں اسی دنیا میں سزا مل جاتی ہے جیسا کہ فرعون کو غرق کردیا گیا' نبوچسعد نظر کی شکل بگاڑ دی گئی اور بلبیس کو قتل کردیا گیا۔

انسان کے ادراک سے بعید اگر کسی گہرے مقصد کے تحت بعض بدکاروں کو مہلت دی

Marfat.com

جاتی ہے یا نیک لوگوں کا صلہ آئندہ کیلئے ملتوی کر دیا جاتا ہے تو اسکی وجہ سے منصوبے کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کیونکہ اس طرح کے معاملات دنیاوی حکمرانوں کے پاس بھی پیش آتے رہتے ہیں۔

تاہم اس سے حکمت عملی کو بے ضابطہ نہیں سمجھا جاسکتا۔ درحقیقت جن امور میں الٹو انظر آتا ہے وہ تدبّر اور دوراندیشی سے زیادہ ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ اور جب ایسے زبردست ثبوت اور نتائج انسان کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کردیں کہ اس کائنات کا ضرور ایک خالق اور صناع ہے تو پھر اپنی مخلوقات کی بھلائی کیلئے منصوبہ بندی کرنے میں کون سی چیز اللہ کے مانع آسکتی ہے۔ کوئی انسانی ذہن یہ تصور نہیں کرسکتا کہ خالق اپنی مخلوقات کو مطلق آزاد چھوڑ دیگا اِلاّ یہ کہ نااہلی' نادانی یا سرکشی کی وجہ سے ایسا ہوسکتا ہے اگرچہ یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے منصوبے سے متعلق نہیں ہیں۔ اپنی مخلوقات کی خیر خواہی میں نہ تو اللہ تعالیٰ بے بس ہے اور نہ ہی وہ انکے حالات سے بے خبر ہے۔

انسان کی نااہلی' نادانی اور خودسری کی وجہ سے اصلاح کے عمل میں ناکامی اس لئے بھی قابل فہم ہے کہ نااہل ایسی شاندار مخلوقات کی تخلیق نہیں کرسکتا اور نادان کو ہنر کے طریقوں کا ادراک نہیں ہوتا جبکہ خودسر ایسی شاندار صناعی تخلیق کرنے کی قابلیت ہی نہیں رکھتا ہے۔

موجودہ حالات کی باقاعدگی اس بات کا ثبوت ہے کہ کائنات کا خالق معمول کے مطابق اپنی تخلیقات کی بھلائی کا خیال کررہا ہے اگرچہ عام لوگوں کو اسکے نظام کی گہرائی نظر نہیں آتی ہے۔ دنیاوی بادشاہوں کی حکمت عملیاں بھی پراسرار نظر آتی ہیں لیکن تجربہ سے صحیح ثابت ہوتی ہیں۔

اگر آپ کو کسی دوا یا مقوی غذا کے خواص پر شک گزرے مگر دو یا تین مرتبہ تجربہ کرنے کے بعد اسکی خاصیتیں واضح ہوجائیں تو کیا آپ اپنے ذہن سے اسکے بارے میں سارے شکوک دور نہیں کردیں گے؟ پھر آپ اس معاملہ پر تجربہ کیوں نہیں کرتے؟ آپ کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ جو بھی کرتا ہے اپنی مخلوقات کی بہتری کیلئے کرتا ہے۔

ان نادان لوگوں کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے جو اس قدر بے شمار شواہد کی موجودگی

Marfat.com

میں بھی کائنات کے خالق اور نمونہ ساز کے قائل نہیں ہیں؟

اگر کائنات کا ایک حصہ اور اسکے اندر کی ساری چیزیں درہم برہم اور بے ترتیب پائی جائیں تو اسکے متعلق یہ سوچنا درست نہیں ہوگا کہ یہ وجود بے مقصد اور بلا منصوبہ ہے کیونکہ دوسرا حصہ کامل اور درست حالت میں موجود ہوگا جسکی وجہ سے یہ مفروضہ نفی ہو جاتا ہے۔ ایسا مفروضہ کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے جبکہ تحقیق اور مشاہدہ سے کائنات کی ہر چیز انتہائی باضابطہ اور منظم پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ کسی ایسی چیز کا تصور بھی نہیں کر سکتے جس کی ایک اعلیٰ نظیر الٰہی تخلیق میں پائی نہ جائے۔

واضح رہے کہ فلسفی اور حکمت کے دعوے دار کائنات کو ''کاس ماس'' کہتے ہیں جسکے معنی یونانی زبان میں آرائش ہے۔ نظام عالم کو از روئے کمال یہ نام دیا گیا ہے۔ اس کو وہ فرمانِ الٰہی کیوں نہیں کہتے ہیں؟ ''کاس ماس'' کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظامِ عالم ایک نفیس و نادر صنعت پر قائم ہے۔ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو طب جیسے ناقص علم کی غلطیاں تو نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن عالم گیر ترتیب پر اعتراض کرتے ہیں جو کہ بے عیب ہے۔

مجھے فلسفہ کے دعوے داروں کے طرز عمل پر بھی تعجب ہوتا ہے جن کو تخلیق کی رفعتوں کا تو علم نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کی عظمت پر اعتراض کرتے ہیں۔ مجھے خصوصاً بد بخت مانی پر تعجب ہوتا ہے جو علم کے اسرار سے واقفیت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن تخلیق کی گہرائیوں سے بے خبر ہو کر تخلیق کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر اعتراض کرتا ہے۔

خدا کا وجود

سب سے زیادہ قابلِ افسوس وہ ملحد ہیں جو اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں جبکہ اللہ ہمارے فہم وادراک سے بھی باہر ہے۔ چونکہ یہ امر ناممکن ہے لہٰذا وہ اللہ کے وجود ہی کا انکار کر دیتے ہیں۔ انکا مطالبہ ہے کہ اللہ ہمارے عقل کی گرفت میں کیوں نہیں آسکتا؟ اللہ ہماری

Marfat.com

عقل سے اسی طرح ماورا ہے جس طرح بصری دائرے سے باہر کی چیزوں کو آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

مثال کے طور پر اگر آپ ایک پتھر کو ہوا میں اڑتا دیکھیں تو آپ اسکا منطقی نتیجہ یہی نکالیں گے کہ کسی نے یہ پتھر اوپر پھینکا ہے۔ اگر چہ آنکھ نے اسے پھینکتا ہوا نہیں دیکھا لیکن عقل لے گی کہ پتھر کا ٹکڑا خود سے اوپر نہیں جاسکتا۔ آپ دیکھیں گے کہ نظر ایک نقطہ پر آ کر رک جاتی ہے اور آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اسی طرح قدرتِ کاملہ کے معاملہ میں عقل بھی مقررہ حد پر رک جاتی ہے اور آگے نہیں بڑھ سکتی۔

اگر چہ کسی نے عقل کو جسمانی طور پر نہیں دیکھا ہے پھر بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ عقل کو یہ شعور ہے کہ انسان دماغ اور روح رکھتا ہے۔ لہٰذا عقل اس بات کی بھی اہل ہے کہ وہ اللہ کی اصلیت کا ادراک کیئے بغیر اسکے وجود کو پہچان کر تسلیم کر لے۔

اور بالفرض وہ یہ پوچھیں کہ اگر اللہ کی کامل پہچان نہیں کی جاسکتی تو پھر حقیر انسان پر یہ ذمہ داری کیوں ڈالی گئی ہے کہ وہ اللہ کو عقل کے ذریعہ پہچانے۔ اسکا جواب یہ ہوگا کہ اللہ کو پہچاننے کا مطالبہ اس حد تک مشروط ہے جہاں تک انسانی عقل اپنی توانائیوں کے ساتھ جاسکتی ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اللہ کے وجود کو تسلیم کر لے اور اسکے احکامات اور ممنوعات کی تعمیل کرے۔ ان سے یہ تقاضہ نہیں کیا گیا کہ وہ اللہ کی قدرت کاملہ اور اسکے اوصاف کا احاطہ کریں۔ کوئی حکمران اپنی رعایا سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ اپنے فرمانروا کے مرتبہ اور کمال کو پہچانیں۔ مطالبہ صرف یہ کیا جاتا ہے کہ ملک کے قوانین سے وفاداری اور انکی فرماں برداری کی جائے۔

فرض کیجئے کوئی شخص شاہی محل کے دروازہ پر آ کر یہ مطالبہ کر لے کہ حکمران باہر نکل کر اس سے ملاقات کرے تاکہ اُسے اچھی طرح پرکھا جاسکے ورنہ وہ اس حکمران کی فرمانبرداری نہیں کریگا۔ ایسا شخص یقیناً سزا پانے کے قابل ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ شرط رکھے کہ جب تک اُسے اللہ کی قدرت کاملہ کا پورا علم نہیں ہوتا وہ اللہ کو خالقِ کُل تسلیم نہیں کرسکتا۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کو

Marfat.com

ناراض کرتا ہے۔

اگر وہ پوچھیں کہ وہ نااہل کیوں ہیں تو جواب یہ ہوگا کہ ہمارا تصور اللہ کی عظیم الشان بلندیوں تک پرواز نہیں کرسکتا تاہم وہ اُس بلندی تک پہنچنے کی کوشش ضرور کرتا ہے جو اسکی دسترس سے باہر ہے۔ درحقیقت ادنیٰ ہستیوں کی آگاہی بھی تصور کی پہنچ سے باہر ہے۔

اس بات کی مثال سورج سے دی جاسکتی ہے۔ آپ اسے پوری دنیا کو روشن کرتا دیکھتے ہیں مگر کسی کو اسکی اصلیت معلوم نہیں ہے۔ اس بارے میں متعدد مفروضے ہیں اور محققین کے درمیان اختلاف رائے ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ سورج آگ سے بھرا ایک کھوکھلا آفاقی وجود ہے جو ایک خاص روزن سے اپنی شعائیں باہر بکھیرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک قسم کا سحابیہ ہے۔ بعض افراد کہتے ہیں کہ یہ ایک شیشہ کی طرز کا وجود ہے جو حرارت جمع کر کے دنیا کی طرف منعکس کر دیتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ جمے ہوئے پانی کا ایک شفاف وجود ہے۔ دوسروں کا کہنا ہے کہ اطراف کی گرمائی اس میں جمع ہوگئی ہے۔ تاہم دوسروں کا مفروضہ ہے کہ یہ چار عناصر کے ساتھ ایک اضافی عنصر ہے۔

اسکی ہیئت کے بارے میں بھی ان لوگوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ سپاٹ کاغذ کی طرح ہے جبکہ دوسرے اسے ایک گھومنے والا گولہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اسکے حجم کے متعلق بھی اختلاف رائے ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اسکی جسامت زمین کے برابر ہے جبکہ دوسرے اسے زمین سے کم جسیم سمجھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ زمین سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔ علم ہندسہ کے ماہرین کہتے ہیں کہ سورج زمین سے ایک سو ستر گنا بڑا ہے۔

ان لوگوں کے اختلافی بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ سورج کی اصلیت سے واقف نہیں ہیں۔ جب ہماری عقل اس قابل بھی نہیں کہ وہ سورج کی اصلیت سمجھ سکے جس کو آنکھیں دیکھتی ہیں اور احساس شناخت کرسکتے ہیں تو بھلا ہم اُس اللہ کا ادراک کس طرح کرسکتے

Marfat.com

ہیں جو ہمارے احساسات کے دائرے سے باہر اور تصور سے ماورا ہے۔

اب اگر وہ یہ کہیں کہ اللہ ہمارے تخیل سے پوشیدہ کیوں ہے تو جواب یہ ہوگا کہ اللہ کسی حیلہ سے پوشیدہ نہیں۔ جیسا کہ کوئی دروازہ یا پردہ کے پیچھے چھپ کر دوسروں کی نظر سے پوشیدہ رہتا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں سے اوجھل ہے تو ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسکا نفوذِ کُلی اس قدر لطیف ہے کہ تصور اور طبعی احساسات اسکا ادراک نہیں کر سکتے جس طرح روح مخلوق ہوتے ہوئے بھی اس قدر لطیف ہوتی ہے کہ اسے تصور کے دائرے میں نہیں لایا جا سکتا۔

اب اگر وہ یہ کہیں کہ اللہ اتنا لطیف ہوتے ہوئے ہر چیز سے افضل کیوں ہے۔ یہ اعتراض ہی نامعقول ہے کیونکہ ہر چیز کے خالق کو لازماً ہر چیز سے افضل اور ممتاز ہونا چاہیئے۔

ساری حمد وثناء اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔

اگر وہ لوگ کہیں کہ یہ خیال کیوں کیا جاتا ہے کہ اللہ ہر چیز سے افضل اور ممتاز ہے تو جواب یہ ہوگا کہ اس بارے میں علم کے چار معیار ہیں:

۱۔ یہ دیکھا جائے کہ ایک شے کا وجود مُسلم الثبوت ہے۔

۲۔ اُس شے کی اصلیّت اور ماہیّت کیا ہے۔

۳۔ اسکے اوصاف کیا ہیں۔

۴۔ اس کا وجود کیوں اور کس طرح ہے۔

کوئی انسان ان معیاروں کو خالق سے منسوب نہیں کر سکتا بجز اس آگاہی کے کہ اللہ موجود ہے۔ کوئی بھی اللہ کی ماہیت نہیں جان سکتا۔ اللہ کے متعلق کیوں اور کس طرح کا سوال سراسر نامعقول ہے جبکہ وہ ہر چیز کا خالق اور کوئی چیز بھی اسکے وجود کا سبب نہیں بن سکتی۔

چونکہ انسان کو اللہ کے وجود کا علم ہو چکا ہے لہٰذا یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اللہ کی ماہیت سے بھی واقف ہو جس طرح روح کی آگاہی سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسکی اصلیت کا علم بھی ہونا

Marfat.com

چاہیے۔ یہی کیفیت دوسری روحانی ہستیوں کی بھی ہے۔ اگر وہ لوگ کہیں کہ آپکے مطابق اللہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ وہ ایک نامعلوم ہستی ہے تو جواب یہ ہوگا کہ اگر عقل اللہ کی ماہیت معلوم کرنے کی کوشش کرے تو ایک نقطہ نظر سے مذکورہ بالا بات صحیح ہے۔ دوسرے نقطۂ نظر سے اگر موثر دلائل سے اللہ کا وجود ثابت ہو جائے تو پھر وہ ہر چیز سے قریب تر ہے۔

لہٰذا ایک نقطۂ نظر سے اللہ عیاں ہے اور کسی سے مخفی نہیں۔ دوسرے نقطۂ نظر سے وہ پوشیدہ اور انسانی فہم وادراک سے ماورا ہے۔ یہی حال عقل کا بھی ہے کہ اسے دلیل اور ثبوت کے ذریعہ تو پہچانا جاسکتا ہے لیکن اسکی اصلیت معمہ بنی رہتی ہے۔

نیچری یہ کہتے ہیں کہ فطرت کا کوئی کام بے معنی نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز ادھوری چھوڑی جاتی ہے جسکے نتیجہ میں ہر چیز اپنے کمال پر پہنچی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کا جواب یہ ہوگا کہ کس نے فطرت کو ہر چیز کی حد کا علم عطا کیا ہے اور اسے سکھایا ہے کہ وہ ان حدود سے آگے نہ بڑھے اور نہ اپنی بساط سے پرے جانے کی کوشش کرے۔ تاہم یہ معاملہ کچھ ایسا ہے کہ متواتر تجربوں کے باوجود عقل اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

اگر وہ یہ کہیں کہ فطرت ہی علم کُل اور قدرت کاملہ کی مالک ہے تو وہ اس بات کا اقرار کررہے ہیں جسکا وہ پہلے انکار کررہے تھے کیونکہ یہ اوصاف خالق کے ہیں اور اللہ ہی عالِم کُل اور قادر مطلق ہے۔ وہ لوگ اللہ کو فطرت کا نام دیتے ہیں جبکہ ہم اسے اللہ تعالیٰ عالِم کُل اور قادر مطلق وغیرہ کہتے ہیں۔ اگر وہ اسکا انکار کرتے ہیں تب بھی ساری خوش وضع خلقت اعلان کررہی ہے کہ یہ کائنات لازمی طور پر خالق کی کاریگری ہے جو لامتناہی علم کا مالک ہے۔

اگلے زمانے میں کچھ لوگ مقصد اور منصوبہ کا انکار کرتے تھے۔ انکا خیال تھا کہ کائنات محض اتفاق سے از خود وجود میں آگئی ہے۔ انکی دلیل یہ تھی کہ بعض اوقات ایسے بچے بھی پیدا ہوتے ہیں جنکی ساخت معمول کے مطابق نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک انگلی کے اضافہ سے یا غیر معمولی بدصورتی سے انکی ہیئت بگڑ جاتی ہے۔ انکا کہنا تھا کہ کائنات بغیر مقصد اور منصوبے کے وجود میں

Marfat.com

آئی ہے اور یہ کہ وہ خود اتفاق سے موجود ہو گئے ہیں۔

ارسطو نے انکی یہ دلیل رد کر دی۔ اسکا جواب تھا کہ اگر کوئی چیز بظاہر اتفاق سے واقع ہو جائے پھر بھی اسکے خصوصی اسباب ہونگے جو اسے معمول کی سرگرمیوں سے جدا کرتے ہیں۔ ناگہانی واقعات فطری سرگرمیوں کا حصہ نہیں ہوتے ہیں جو ہمیشہ جاری رہتی ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ جانوروں کی مختلف قسمیں اپنے اپنے مقررہ نمونے کے مطابق ایک جیسی ساخت میں ہوتی ہیں۔ مثلاً جب انسانی بچہ پیدا ہوتا ہے تو عام لوگوں کی طرح اسکے بھی دو ہاتھ، دو پاؤں اور انکی پانچ پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔

تاہم بسا اوقات کسی وجہ سے تولیدی مادہ متاثر ہو کر رحم کے اندر جنین پر مخالف عمل شروع کر دیتا ہے جس طرح کوئی چیز بناتے ہوئے اوزار کی خرابی سے دستکار کا نمونہ بگڑ جاتا ہے۔ اسی طرح جانوروں کے بچوں میں کچھ ایسے عیب نکل آتے ہیں جن سے انکی ہیئت بگڑ جاتی ہے۔ مثلاً کبھی انکے قد بڑھ جاتے ہیں اور کبھی کم ہو جاتے ہیں لیکن عموماً یہ بچے بغیر کسی خرابی کے صحیح بناوٹ پر پیدا ہوتے ہیں۔

جس طرح بعض امور میں منصوبے کی تردید کئے بغیر اور کاریگر کی چالاکی کا ثبوت فراہم کئے بغیر قطعی وجوہات کی بنا پر خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اسی طرح فطرت کے باقاعدہ عمل میں بھی بعض رکاوٹوں کی وجہ سے بعض امور پر اثر پڑتا ہے۔ لیکن ان باتوں سے خود ساختگی اور اتفاق کی تائید نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی خلافِ فطرت چیز کو دیکھ کر یہ کہے کہ ہر شے محض اتفاق سے وجود میں آئی ہے تو ایک نامعقول اور مہمل دعویٰ کر رہا ہے۔

اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ بعض اشیاء کی ساخت بے عیب ہوتی ہے جبکہ دوسروں کی ناقص ہوتی ہے تو انکا جواب یہ ہوگا کہ ایسے واقعات سے انسانوں کو یہ دکھانا مقصود ہے کہ کائنات کی ترتیب فطرت کے دباؤ کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ ہی اس بات کا امکان ہے کہ فطری عمل سے ساری چیزیں ایک ہی نمونے کی ہو جائیں جیسا کہ یہ معترضین کہتے ہیں۔ یہ سارا عمل خالقِ مطلق

Marfat.com

کی مرضی اور مقصد کے تحت واقع ہو رہا ہے۔ اللہ نے اکثریت کیلئے نمونے اور ضابطے مقرر کر دیئے ہیں تاہم بعض وجوہ کی بناء پر قانونِ قدرت سے انحراف کی ااجازت بھی دی ہے تاکہ یہ دکھلاوے کی فطرت بھی ایک فائق منصوبے اور تدبیر کے قابو میں ہے یعنی فطرت اپنے عمل اور کمال میں خالق کی مرضی کے تابع ہے۔

ساری تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو عالمین کا پروردگار ہے۔

جو علم میں نے آپکو عطا کیا ہے اُسے ازبر کر لیجئے۔ آپ کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اسکی نعمتوں کی ستائش کریں۔ آپکو اللہ کے پرستاروں کی فرماں برداری کرنی چاہیے۔

میں نے جملہ علم کا کچھ حصہ آپکو دیا ہے اور اس کائنات کی تخلیق میں کامل منصوبہ بندی، اور مقصد کے ثبوت میں جو دلائل پیش کئے ہیں ان پر غور و خوض کیجئے اور اس سے سبق حاصل کیجئے۔'

میں نے امام سے وعدہ کیا کہ میں ان سب باتوں کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرونگا۔

امام نے میرے سینہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا "یہ ساری باتیں یاد رکھو انھیں تم کبھی نہیں بھولو گے"

مجھے غش آ گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو امام نے پوچھا "اے مفضل اب تمہارا کیا حال ہے؟

میں نے جواب دیا "میرے آقا کی مدد سے اب میں اپنی لکھی ہوئی کتاب سے فارغ ہو گیا ہوں۔ اب میرے حافظہ میں ہر چیز محفوظ ہے گویا کہ میں اپنی ہتھیلیوں سے ہر بات معلوم کر سکتا ہوں۔ ساری توصیفیں اور شکرگزاریاں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں کیونکہ وہی اسکا حقدار ہے۔

امام نے فرمایا "اے مفضل تم اپنی عقل و دانش میں اطمینان کے ساتھ رہو۔ خدا کو منظور ہوا تو میں تم سے آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ حیرت انگیز چیزوں کا ذکر کرونگا اور

Marfat.com

نیچے سے اوپر تک فرشتوں کے اقسام اور گروہوں اور انکے منصوبوں کے متعلق اور ساتھ ہی دوسری مخلوقات بمع جن وانس کے بارے میں تمہیں آگاہ کرونگا تاکہ تمہیں معلوم ہو سکے کہ تم نے اب تک جو کچھ سیکھا ہے وہ جملہ علم کا ایک معمولی حصہ ہے۔

اب تم جا سکتے ہو۔ ہمارے نزدیک تمہارا ایک باعزت مقام ہے اور عقیدت مندوں کے قلوب میں تمہارا احترام ایسا ہی ہے جیسے پیاس میں پانی کا ہوتا ہے۔ مجھ سے اس بارے میں سوال نہ کرنا جسکا میں نے وعدہ کیا ہے اِلّا یہ کہ میں خود بیان کرنے پر راضی ہو جاؤں۔

میں امام کے پاس سے ایک ایسا تحفہ لے کر واپس آیا جو کسی اور کو کبھی نہیں ملا تھا۔

Marfat.com